

خونی راگ

ادھر کچھ دلوں سے سرچنٹ جمید پر موسیقی کا پھرست سوار ہو گیا تھا۔ دن پہنچنے تو دو ایکن اور رات پہنچنے تو دو ایکن۔ اس دن رات کی ریس ریس ٹیکس سے عاجز آگزیدی نے ایک دن اس کے دلوں کاں پکڑ کر دو ایکن سمیت گھر سے باہر نکال دیا۔ جمید پر بی دیر تک کھڑا دیہاگ کا خیال الپتا رہا لیکن فریدی کے کان پر جوں تک نہ رہی۔

آخر جمید نے دو ایکن تو دو ایکن چھوڑا اور خود چل پڑا۔ کچھ عرصہ قبل فلم لایا۔ کے کچھ آدیبوں سے اس کی دوستی ہو گئی تھی اجھیں میں فلم آرٹ پروڈکشن کامیزوڑک ڈائرنکٹر رمیش بھی تحد دوستی کا مقصد حقیقتاً پکڑا اور نقا لیکن بھم بھم پیاسے رکھنے کے لیے جمید کو موسیقی کا سہارا لینا پڑا اور اس نے ایک عدد دو ایکن بھی خرید لیا۔ دو ایکن کا سبق لینے کے بھتے وہ اس سے قفریاً رو زانتہ میٹا۔ ملاقات بھی گھر پر ہو گئی اور کہیں اسٹوڈیو میں۔

گھر میں ملاقات زیادہ سو دن برا بات ہوتی کیونکہ رمیش کی داشتہ کم سہن بھی تھی اور حسین بھی۔ کسی اچھے گھر نے کی انخواشہ لڑکی تھی اور آغوا کا باعث شاید فلم لاین کا چکر بھی پتا تھا۔ ہر حال وہ د جانے کیتوں کا نشانہ بھتی بھتی رمیش تک پہنچی تھی اور رمیش نے آتے بطور داشتہ گھر میں ڈال لیا تھا۔

جمید نے گھر سے تخلی کر رمیش ہی کے گھر کی راہ لی لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رمیش اسٹوڈیو میں ہے۔ اس کی داشتہ شلی بھی گھر پر موجود

اس نادل کے تمام واقعات مقامات
اور کمانی سے تعزیز کئے والے
اداروں کے نام فرمی ہیں

پبلشرز . . . سلطان محمد
پرنٹرز . . . راہد بشیر پرنٹرز

مطلوبعت اسرار

نیراہتمام:

کتابی دنیا بیڈن روڈ لاہور

نہیں تھی مجبراً اسٹوڈیو کاڑخ کرنا پڑا۔

اسٹوڈیو کے ایک بڑے کمرے میں خاصہ بینگام برپا تھا۔ تفریبائندہ بیس افراد کے بونے اور نہتے کی آوازوں نے کچھ عجیب سی فنا پیدا کر رکھی تھی۔ سبھی گھبی کوئی پیازوں کی دوسرا ساز کو آلتے سیدھے شروں میں پھیل دیتا اور کانوں کے پرخے آئنے لگتے۔

فلم کی پہلوت ہرچی بھی اور اب میدزک میک کرتے کے لیے ریہرسل پر ریہرس ہو رہے تھے جیسے کہ ان ریہرسوں میں یہ الگفت آتا تھا خصوصاً اُس وقت تو اُس کے پیش میں چجھے کو دتے تھے۔ جب فلم کا نامینشنر سبھی چھٹکوں میں بھٹکوں میں بھٹکوں میں بھٹکوں کی تاز برداریاں کرنے لگتی۔

پیر بڑی مشہور سیر دن تھی۔ جیسا اسے سینکڑوں بار پر پڑھتے ہیں پیر دیکھتا تھا اور ہر بار یہ اپنے اُس کے دل میں چکایاں رے جی تھی کہ کاش کرنی ایسی ہی جذباتی، خوش سیلیقہ اور سین عنورت اُس کی زندگی بھر کی ساختی بن سکتی۔

لیکن جب پہلی مرتبہ اُس تے اُسے گوشت و لیوست میں دیکھا تو بمشکل تمام اپنی اویکانی روک رکا۔ ملاقات ریش کے گھر ہی پر ہوئی تھی۔ وہ بھی ایسی حالت میں کہ وہ نشے میں دھلت تھی۔ میک اپ اڑ چکا تھا یاں پریشان اور جب وہ تھیں تھیں کہ سہنسی تو بومٹوں کے دلوں کنارے چھوڑی کی طرف چھک کر ایک لے ڈھنکی سی توں بن لیتے۔ جس مدینے پر تو یہی سمجھا کہ شاید وہ اتنے منہ پڑھاری ہی ہے لیکن پھر تین آگئیں کہ صورت ہیں ایسی ہے کہ دوسرا ملاقات اُس وقت ہٹوئی تھی جب وہ نشے میں نہیں تھی ایکن پھر بھی وہ آئے اتنی

اچھی شرگی جتنی اچھی غلم میں معالم ہٹوئی تھی۔

اسٹوڈیو میں قدم رکھتے ہی اُس پر بوجھلاہست کا دورہ پڑا گیا کیونکہ ہر دن سبھی چھٹکوں کھٹکوں کی گردون تھامے جھکے کارہی تھی اور سبھی کی تباہی اس طرح نکلی پڑھی تھی جیسے اُس کی تاریخ پوشی ہو رہی ہو رہی تھی میں ہٹوں کا رکا خالی گلاس سیٹنے کے لیے آگیا۔ بیرون سبھی کو چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”سالا... من اونھا پسے کو لاڑنک میں بھتی تھا۔“ وہ اُس کی پیٹھ پر دو ہتھ جھاڑ کر بولی۔

”میں صاب... لڑکا میکالایا۔“

”میں صاب کا جتنا... پیٹھ نایس ملے گا۔“

”ایسامت دیکھو“ سبھی کے پھچوں دنگے ہٹوئے پیٹے دانت باہر نکل پڑے۔ ”مر جاتیں گا گریب“ رہ کا گلاس سیٹ کر بھاگ گیا اور وہ پھر سبھی کی گردن پر کھوڑ کر بھل گئی۔ ریش سیا تو پر تھا اور لشی اُس کے کامنے پر با تکھی کھلی کھلی تھی۔

رمیش کو شاید رقا صدھ کے تیار ہو جانے کا انتظار تھا لیکن وہ داڑ کر سے کسی بات پر اپنی بھتی ہٹوئی تھی۔ یہ فلمی دنیا کی سب سے کامیاب اور مشہور رقصاصنیقی اُس نے ہمیتی مناسب اور نامناسب شرائط کے ساتھ کنڑیکت کیا تھا اس لیے فلماڑ اور میدزک ڈاٹرکٹ دو توں ہی کو اُس کا ناوار سنبھالنا پڑا تھا۔ اُس کے خدوخال دلکش تھے خدمھا پسے پڑوٹ کا دریا خم توپیا تھا۔

رمیش کی داشتہ شلی حمید کو دیکھ کر مُکراہی۔ اُس نے آہستہ سے کچھ

کہا اور میش بھی مکراتے لگا۔

”ایتنے دیر سل بھی میں نہیں آتے۔“ حید فے آہستہ سے کہا۔
”پچھے نہیں... یہ سالا سینہ زیادہ سے زیادہ دونوں ٹنک عیاشی کرنا پا تا
ہے۔“ رمیش آہستہ سے بولا۔

حید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسے اپنی رشت پر ایک بڑیانی قسم کا طبقہ
ستا نی دیا۔ وہ جونک کرمڑا۔ ایک بھتھ عیام آدمی آگے کی طرف جھکتا ہوا
بلیوں کی طرح رمیش کی آنکھوں میں ٹھوڑ رہا تھا۔

”ہو ہو“ اس تے دونوں ہوتھ سکوڑ کر راسا دارہ بنایا۔
حید نے جسوس کیا کہ وہ بُری طرح پیچھوئے ہے۔

”یہ کیا ہے بُرڈی ہے؟“ رمیش بھی جلا کر بولا۔
”نوم... بچاؤ... ہم ناچے گا۔“ کادنی نائیں ناچے گا۔
رمیش تے فٹ پھر لیا۔

”ہی... ہی... ہی...“ وہ شیلی کی طرف دیکھ کر بہنسنے لگا۔ ”توم بڑا سندر
ہے... انمارہ دل کارائی؟“

رمیش دانت پیٹتا ہوا اٹھا۔ دوسرا سے لمحے میں اس کا ہاتھ شرابی کے
گریبان پر تھا اور پھر جو ایک گلوشن اس کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا تو ستار
ہی ناچے ہوں گے اس کی آنکھوں کے سامنے لوگ دو پڑے۔
”کیا بیبا... میو جک... دا کرٹھ صاحب؟“ سیٹھ بانیا ہو گوا بولا۔

”خون بیبیں گا۔“ شرابی اٹھ کر رمیش کی طرف جھپٹا لیکن دونین آدمی
پیچ میں آگئے۔

”کیا بات ہے؟“ دا کرٹھ آگے بڑھ کر بولا۔

”کوئی بات نہیں۔“ رمیش پیچ کر بولا۔ ”میں کام تھیں کروں گا۔“
”کیا حصیت ہے؟“ دا کرٹھ اپنی پیٹاں پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”میں تو ہر
چیخال میں پھنس گیا۔“
”سب آپ کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔“ رمیش بولا۔ ”میں کہتا ہوں ایسے
لوگ یہاں آیں ہی کیمی؟“
”میو جک... دا کرٹھ صاحب تم ہمارے دوست کو جیل کیا۔“ سیٹھ بگدگی
”میں سالے کا خون پی لوں گا۔“
”میو جک... دا کرٹھ صاحب؟“
”سیٹھ صاحب۔ اگر یہ کل سے یہاں آیا تو میں نہیں آؤں گا۔“
”آئے گا کیسے نہیں۔ بتھریکٹ سایمن کیا ہے۔ تھیں آئے گا تو یہ مکان
چلا دے گا۔“
”اوڑیں پھرہا مار کر تھا ری تو نہ برا بر کر دوں گا۔“
”تم ہم کو بھی جیل کیا؟“ سیٹھ بچنا کر ناچ پا گیا۔
اس پہنگا کے دوران میں کسی نے ہیر دن کا پیر کھلپ دیا۔ اس تے
ایک پیچ ماری اور اپھل کر صوف پر پڑھیر ہو گئی۔
سیٹھ بوكھلا کر اس کی طرف دوڑا۔
”کیا ہووا... کیا ہووا...؟“
”تمھاری ماں کا خصم... باتے... ارے... رے؟“ ہیر دن کرایا۔
”ارے رام... کھون... دا کرٹھ...“ سیٹھ حلق پھار کر جیخنا۔
”ارے... ارے... پاٹے؟“
شرابی کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی اب ہیر دن ہی کی طرف متوجہ

تھی اس کی عمر نہیں بیس برس کے قریب رہی ہو گئی لیکن چھرے پر لپکاں نہیں تھا، بچپن کے سارے نقش مخصوصیت سمیت ابھی تک باقی تھے۔ اُس سے دیکھ کر یہ بھتاڈ شوار تھا کہ وہ اب کنواری نہیں رہی۔ جسم اکبر اور نارنگ تھا اور یہ نزاکت اُس وقت اور زیادہ واضح ہو جاتی جب وہ اپنی شبک سی لامبی گردون میں سفید رسیمی رُموال پیٹھ لیتی تھی۔ یہ نہیں یا اس کی اختراز تھی یا ضرورتی ایسا کرنی تھی۔

”پھوڑو یا رہ۔“ حمید رمیش کا شانہ تھپکنا ہوا بولا۔ کہاں کی اوریت لے بیٹھے ہیں اُسے دیکھ لوس گا؟“

”اور ہیں کب پرواہ کرتا ہوں؟“ رمیش نے چھوڑ کر کہا اور ازدی۔

”آپ کیوں چھپ ہیں؟“ حمید نے شلی سے لوچا۔

”نہیں تو، اس کے ہونڈوں پر ایک مفعمل سی مٹکراہٹ پھیل گئی۔“

”درجن اچھا آدمی نہیں ہے؟“

”اسی وقت بند کراؤ؟“ حمید بولا۔

”کیا ضرورت ہے؟“ رمیش نے کہا۔ میں ایسوں کو سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھ صرف پیازوں کی پر تھیں چلتے۔ گایکی گھوٹ کر سکتے ہیں۔“

”تمہارا گھول سر طاشاندار تھا۔“ حمید بولا۔

رمیش اپنے چوڑے چکے بیٹھے کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ ابھی کافی ختم نہیں کر پیا تھے تک کہ نام کا ٹائزر مسعود آگیا۔

”شکر پسے قم نہیں مل گئے،“ مسعود نے رمیش کو مخاطب کیا۔ رمیش کے ہونڈ پیٹ سے بھی زیادہ تlix انداز میں شکر گئے۔ چند لمحے خاموشی

ہو گی تھا۔ حمید رمیش اور شلی الگ کھڑے تھے۔

”اوہ جیسیں۔“ رمیش آہستہ سے بولا۔ ”اس کتنا خستی کی توقع نہیں تھی میں تواب نہیں آؤں گا۔ دیکھتا ہوں سالاکیاں کر لیتا ہے؟“ وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آتے۔

”یہ روز کا دھندا ہے حمید صاحب۔“ رمیش کہہ رہا تھا۔ ”جب تک اندر ٹری پر جاہاں اور کینے قسم کے لوگ چھاتے رہیں گے یہی ہوتا رہے گا۔“ نجیفیں

علم کی دولت میں سے ہو گئے ہیں، میں ان کے پاس پہنچنے نہیں ہے۔“

”لیکن یہ تھا کون، ہے حمید نے پوچھا؟“ میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔“

”ضور دیکھا ہو گا۔ اُول درجے کا پرمعاشر اور کینہ ہے۔ بیٹھ کو رکا کیا سپلانی کرتا ہے؟“

”نام لیا ہے؟“

”درجن۔“ شلی تے کہا۔ کیا اُسے اپنی لسٹ پر چڑھا تیئے گا؟“

”آدمی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔“ حمید بولا۔

”کسی پارشلی کو چھیرا پڑا ہے؟“ رمیش نے کہا۔ اور اب شاید اس کی موت ہی آگئی ہے؟“

”نہیں نہیں۔ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں اب میں یہاں نہیں آؤں گی۔“

وہ ریستوران میں آ کر بیٹھ گئے۔

شلی بڑی شوخ رُڑکی تھی لیکن اس وقت اُس کے چہرے پر صحت آشارہ شرخی نہیں تھی۔ وہ شرخی جو ہفتے وقت کچھ اور گہری ہو جاتی

مریم پھر مسعود بی بولا۔

”آج کے واقعہ پر مجھے انسوس ہے۔ شاید دوبارہ اس کی نوبت نہ آئے۔“
”بھول۔“ رمیش سکریٹ سلگا نے لگا۔

”اب وہ اسٹوڈیو میں نہیں آتے گا۔“ مسعود نے کہا۔
”آتے آتے آتے۔ میں اب نہیں آؤں گا۔“

”یار کہہ تو دیا۔ میں اب وعدہ کرتا ہوں۔“

”مسعود صاحب۔ دوستی اپنی جگہ پر اور بڑس؟“

”چھوڑو۔ یار ختم کرو۔ میں بھت پریشان ہوں۔“

دلوں میں بڑی دیتک رزوی رخی۔ آخ مسعود کے کسی نہ کسی
طرح رمیش کو راضی ہی کر لیا۔

”شیخ تم کھڑاوا۔“ رمیش نے کہا۔
”کیوں؟ میں تھیں جاتی۔ ساتھ چلیں گے۔“

”آج سبھی مجھے تنگ کرتے پر مجھے ہوتے ہیں۔“ رمیش چھپلا کر بولا۔
”اوہ! تو بات کیا ہے۔“ شیخ نے مذہب چھپلا۔

رمیش آٹھ کر مسعود کے ساتھ چلا گیا۔ حمید اور شیخ بیٹھے رہے۔ حمید
اس کی پیالی میں دوبارہ کافی انڈے میلنے لگا۔

”غنتی کی حالت میں اور زیادہ سین ہو جاتی ہو۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔
”اوہ! اگر اسی حالت میں باقہ آٹھ جاتے تویریا میوری تو معلوم ہوتے

لگتی ہوں۔“
”بڑت ناڑک میں مقامے ہاتھ۔“ حمید اس کے ہاتھ پر باقہ رکھتا ہوا اعلان ہیں ہوں گا۔
”اوہ! سچ کہہ رہے ہیں آپ۔“ شیخ خوشی ظاہر کرنی ہوئی بولی۔

”آج کے واقعہ پر مجھے اپنے ایک سمجھیہ ہو گیا۔“ میری شمشیت

”پاکل... تم بڑی حسین ہو۔“
”بینک بیلیں کثنا ہو گا تمہارا۔“ شیخ نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”زیادہ نہیں... بھی کوئی... بیس بائیس ہزار۔“
”بیس... لیکن رمیش کھپری ہے۔ ادب میں کسی کروڑ پتی کے تعاب

دیکھ رہی ہوں۔“
”مگر تم تو کہتی ہیں کہ یہیں رمیش سے محبت ہے۔“
”محبت... محبت تو مجھے تم سے بھی ہے۔“ شیخ نے بڑی معصومیت سے کہا۔ ”مجھے بہر فضل آدمی سے محبت ہو جاتی ہے۔“

”تو کیا میں فضول ہوں؟“
”ہر وہ آدمی فضول ہے جو کسی چند بھی عورت کے آپھے وقت اور
پسیسے برا باد کرتا ہے۔“
”کیوں...؟“

”اس لیکے کہ ہر عورت... عورت ہوتی ہے۔ چاہئے وہ شیخ ہو جا ہے
تک کے کنارے مجھسے والی کوئی علقوں بچکاراں۔“
”مگر وہ شیخ کی طرح حسین نہیں ہو سکتی۔“

”حسن۔“ شیخ نے تیخ ہنسی کے ساتھ کہا۔ ”حسن تمہارے کس کام
اندازے چسٹن سے بھیں کیا میلانا ہے؟“
”حمدید بوكھلا گیا۔“ اس سے ایسی گفتگو کی توقع نہ تھی۔ وہ اُسے
سرت ایک محلہ تری اور بے سر و رہ لڑکی سمجھتا تھا۔ اُسے خواب میں بھی
”بڑت ناڑک میں مقامے ہاتھ۔“ حمید اس کے ہاتھ پر باقہ رکھتا ہوا اعلان ہیں ہوں گا۔
”اوہ! سچ کہہ رہے ہیں آپ۔“ شیخ خوشی ظاہر کرنی ہوئی بولی۔

”شیخ! مجھے معاف کرنا۔“ وہ یہک سمجھیدہ ہو گیا۔ میری شمشیت

کاپس منظر برا تاریک ہے۔ کچین میں بھی میں پیار کی شخص سے خود مر ”اچھا ہی ہوگا کہ میں نے تھیں ایک بات تھیں تباہی درتہ تم آسے متاز ہوں۔ بایک دن میں تم انکم پیچے بار ضرور سٹائیں تھا اور مان دن بھر کو تیرتے تھے مفتی کی کہانی سمجھ لیتھے۔“

"اوہ تو تھیں ادب سے بھی بچپی ہے؟
میں جاول تو نہیں ہوں حیدر صاحب؟" شیلی نے برا مان کر کیا۔
"پاچھلے ٹھہر تھے؟" جو، جلو، سیدنا "اللہ... وہ ملت کا سماج ہے
کہ پھر تم بھی سکتی ہوگے این حالات میں پرتوان پڑھا ہو اپنے کیسا ہے
کیا یہ ریا باقیوں سے تھیں تخلیف بچپی ہے بھی شیلی نے بڑے پیار

بکرے بھی میں پوچھا
”میرا یہ حکایت ہے کہا: گھبی جلدی سے بولا۔ ہاں... وہ بات لیا ہی
”نہیں... تم نے ٹھیک ہی تو کہا تھا... گدھ صرف لاش نُچا کرتے ” مجھے ایک آدمی سے نظر ہے حالانکہ اس نے مجھے جسموں کے ایک
ہیں۔ چاہے وہ کسی کی ہو یا سور کی؟“
بیوپاری کے پیچے سے رہائی دلائی تھی پورا پسند گھر میں پناہ بھی دی۔ میری
کفالت کرنا رہا لیکن جانستے ہو مجھے اس سے کیوں نظرت پوچھی؟ مجھے
رشی بہنس سری۔

"جب کوئی پہنسچو آدمی سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے تو میں یہ خود بھی حیرت ہے۔ مجھے اُس سے اس لیے نظرت ہو گئی کہ اُس نے اپنی اختیار ہنس پڑتی ہوں؟"

”نہیں شلی مجھے افسوس ہے:“ فرشتہ نبیں ہے۔ اس کی زندگی زیادہ تر طوا الفدوں ہی میں لپرس ہوئی ہے۔ ”مجھے بھی افسوس ہے لیکن شذو جڑے لوگ بھی با احتشام ہوتے ہیں۔“ یکن قم اس سے منتفر کیوں ہو گئیں؟ محمد نے حیرت سے کہا۔ ”لُنْ تَهْرِ رَحَانَتْ“

"ویسے تھیں حقیقتاً اُس سے محبت نہیں ہے۔" حمید نے کہا، "تم نے خیک بی کہا تھا یہ واتھر لاشعور کے کسی انسانے کا مرکزی "اوہ تم نے پھر وہی بات پھیط دی میں نے کہانا کہ مجھے اس کا خیال بن سکنا ہے۔"

کے ذریعے ذرتے سے محبت ہے۔ مجھے ان سے بھی نفرت ہیں جو مجھے ”چھوڑ دیجی یہ کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔“ شیخی آنکھ کر لولی۔“ تم مجھے اپنے ایسے زندگی میں لائے تھے مجھے اُس سے بھی نفرت ہیں جس نے در فردی صاحب سے کہ ملا رہے ہوئے تھے اُنھیں بھی نفرت ہیں دیکھا رہا تھا۔

ماہ تک میرے بسم کا پیارا لامبا سماں ہے جسے اپنے طرح نظر ان کا نہیں ملے۔ جو خوشاب ادی ہوں یہ کوئی نہیں کر دیتا۔ اگر تم اس شہر میں رہتی ہو تو تم نے کہیں نہ کہیں صزو درج کیا ہے لیکن تھارے دل میں مجھوں کے سے بھی یہ خیال نہ آتا ہو گا کہ اس شخص کا نام تو کوئی نکال کر مطہن ہو جاتا کرتی تھی۔

"اگر تم شاعری نہیں کر رہی ہو تو دنیا کی عجیب ترین عورت ہو جیا" کے باقہ سیکھلوں خونکار آدمیوں کے خزان سے رنگ ہوتے ہیں۔ یا یہ

دہی شخص ہو سکنا بچے جس کی شہرست ساری دنیا میں ہے۔

"توبہ ملار پسے ہو۔"
"کسی مناسب موقع پر" حیدر سکرا کر بولا" لیکن مختار سے سنبھلے میں جو
نخاں اسادل پہنچتا۔ اُسے گھر تھی پر چھوڑ چلنا۔
"کیوں؟"

"خنبل آدمی ہے۔ اس شہر کی بے شمار عورتیں اُس پر مردی ہیں لیکن
وہ کسی کو جو نتے کی نوک پر بھی نہیں مارتا۔"

"بہت خوب صورت آدمی ہیں" بشیلی نے پوچھا۔

"خیر۔ مجھ سے زیادہ خوب صورت نہیں ہے۔"

"مختاری شکل میں زنانہ پن ہے۔" شیلی نے سمجھ دی سے کہا۔
"کیا؟" حیدر منانیا۔ "مختارے چہرے پر خدا نے چالا تو دار ہی بخل
اکتے کی؟"

شیلی کو کہتے ہی والی تھی کہ باہر سے ایک آدمی بھاگن ہو گیا اور اس
نے کسی آدمی کو غلط کر کے زور سے کہا۔ "اسٹوڈیو میں بم پھٹا ہے۔"

"کیا؟" بشیلی حیدر کی طرف دیکھتے ہوئے حرث سے بولی "اسٹوڈیو میں
بم پھٹا ہے؟"

حیدر اٹھ کر اس آدمی کے قریب آیا جس نے یہ اطلاع دی تھی۔

"کہاں لم پھٹا ہے؟" اس نے اس سے پوچھا۔

"اسٹوڈیو میں۔ میوزک دائر کرٹ۔"

"کیا؟" بشیلی تقریباً چھپڑی۔

"میوزک دائر کر کے چھپڑے اڑ گئے۔"

شلی یے تھا شاہ اسٹوڈیو کی طرف یہاں رہی تھی۔ حیدر نے اُسے آوازیں

بھاگ دیں لیکن وہ بھاگتی میں اگتی۔ پھر اس نے اُن لوگوں کو دیکھا جو اسٹوڈیو سے
نکھاں اسادل پہنچ رہے تھے۔

اندر بینگام بپسا تھا۔ فلم کی رقصاصہ بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے دامنے

پاؤں سے خون پیدا تھا۔ دائر کرٹ مسعود کی پیشانی زخمی تھی۔ دو ایک اور
بھی ایسے نظر آئے جو زخمی ہو گئے تھے لیکن ریش کا کہیں پتہ نہ تھا۔

حیدر اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں پچھے دریبل ریہسل ہو رہا تھا۔

"کھھرو! اندر مت جاؤ کون ہو تم؟" ایک آدمی پہنچا۔

"کیوں؟"

"وہاں ایک لاش ہے۔"

"کس کی لاش؟"

"رمیش کی۔ پانوں ہم تھا۔ شاید نام بھی... لیکن آپ کون ہیں؟"

"پلوس۔ میر العاذ نکر سماں غرضی سے ہے۔"

وہ آدمی پھر اک ایک قدم تھپے ہو گیا۔

"کیا وہ پیانو بجاتا تھا؟" حیدر نے پوچھا۔

"مجی ہاں۔ پیانو کے پر تھے اڑ گئے ہیں اور رمیش... وہ پیچانا نہیں

جا سکتا۔ چہرے کا گوشت قیرم قیرم ہو کر جھوپل گیا ہے۔"

"شلی! کہاں ہے؟" حیدر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پتہ نہیں؟" اس آدمی نے کہا اور بیان سے ہو گیا۔ نہرو ڈی ویر
کی جنجنو کے بعد حیدر کو لیکن ہو گیا کہ شلی دیاں موجود نہیں ہے۔

دوسرا وحہماکہ

۱۶

”بہت معموی کیس ہے۔ اسے سول پولیس والوں ہی کے لیے رہتے دو، فریدی ہوتے سکوڑ کر بولا۔“ حادثے کی وجہ تباہت عالم بھوتی ہے کیا وہ بہت جیسی تھی؟“

”بہت سے بھی کچھ زیادہ۔“

”اوسم نے اسے اسٹوڈیو میں داخل ہوتے دیکھا تھا؟“

”جی ایں۔“

فریدی کی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ وہ درجن کیا اس سے پہلے بھی کبھی ریشن سے اُس کی رہائی بھوتی تھی؟“

”پتہ نہیں۔“ حمید نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ کسی نے اُس رٹکی کو غائب کر دیا۔“

”اور وہ بے چاری آپ سے ملتے کے لیے بڑی طرح بنتے تاب تھی۔“

”جیکے کہا۔“

”کیوں؟“

”میں نے آپ کے حسن کی تحریف کر دی تھی۔“

”شکریہ۔“ فریدی ہوتے سکوڑ کر بولا۔

”اس نے سکارا سکلا کر پرخیال انداز میں اپنی نظریں میز پر رکھے ہوئے تھے۔“

”اگر میں خود ہی اس کیس کی تفتیش کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ پہنچا۔“

”یہی جاننا ہوں۔ فریدی سر بالا کر بولا۔

”کیا جانتے ہیں؟“

”تم گدھے ہو۔“ فریدی بھینچلا کر حمید کی طرف پلٹا۔ وہ بڑی دیر سے کمرے میں ٹبل رہا تھا اور حمید ایک گرسی پر بیٹھا۔ مضرط بانہ انداز میں اپنے پریلا رہا تھا۔

”مجھے تھوڑی بھوتی۔ اگر تم بھی اس وقت اس پیالو کے قریب موجود ہو تو؟“

”فریدی کہتا رہا۔“ خورت... خورت... عورت... عورت آگئی میں۔

”یہ تو دیکھتے کتنا عمدہ کیس لایا ہوں آپ کے لیے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا خاص بات ہے اس کیس میں؟“

”کوئی خاص بات ہی نہیں۔“

”تو بتاؤ تھا؟“

”پیالو میں شام کم۔“

”کوئی نتیجہ بات نہیں۔“

”اووشکی اچانک غائب ہو گئی۔“

”ٹھیک ہے۔ تو تم اس سے کیا سمجھے؟“ فریدی بولا۔

”یہی کہ اس کا بھی باقاعدہ ہو سکتا ہے۔“

”گھر ہوں جیسی باتیں نہ کرو۔“ فریدی نے کہا۔ وہ اُسے زیر دے کر بھی غائب ہو سکتی تھی۔ اگر آتے غائب ہی ہوتا تھا تو شام کم بھی نہ استھانا کرتی۔ شام کم اسی لیے استعمال ہوتے ہیں کہ جنم کی شخصیت پھیلیں۔

”تو چسٹر؟“

"ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا انہمار بھی کیا جاتے ہے حال تم جہنم میں بھی جا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اخراج نہ ہوگا۔"

"وہاں تو آپ بھی چلیں گے میرے ساتھ۔" حمید تک راکر بولा۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔

"تو پھر میں کیڈی لے جاؤں؟" حمید نے پوچھا۔

"ذغ بھاؤ۔"

حمدیتے بیاس تیریں کر کے کیڈی لاک گیراج سے نکالی۔

رمیش والے حداتے کا آج تیسرا دن تھا۔ بیشی بستور غائب تھی۔ پسیں نہ تواب تک اُسی کا سارے پاسکی تھی اور نہ بھی معلوم ہو سکا تھا کہ رمیش کی جان لیتے کام قصد کیا تھا۔ صرف یہی ایک راستہ تھا کہ جاسانی تھی کہ وہ ایک فائمہ تھا جس کے ذریعے اس کی زندگی کا خاتمہ لیا گیا۔

حمدیہ کا شعبہ درجہن پر تھا لیکن وہ بھی مستقل نہیں تھا، کہی درمرے خیالات اس کی بھی ترقید کر دیتے تھے۔ ایک تو بھی کہ اگر اس نے ہی بیانوں میں برکھا اپنے تو اس منقصہ پر رمیش سے جھکڑا کردا اور یہ بات تقریباً ناممکن تھی کہ اس نے جھکڑے کے بعد یہ حرکت کی ہو۔ کیونکہ جھکڑے کے بعد سے بہ پھٹکنے کا کے دریافتی وقایتے میں ایک سینکڑے کے یہی وہ کہہ خالی نہیں ہوا تھا۔

اگر حمید فریدی کے طاہر کردہ خیال کی روشنی میں اس معاملے کو دیکھنا تسب تو تقریباً پاندرہ بیس آدمی ایسے نکل آئے جن پر شعبہ کی جاسکا کیونکہ شپر پرداخت رکھنے والے یہ شمار تھے۔

کیڈی لاک چکنی اور شفاف سڑکوں پر کھپساتی رہی۔ حمید یونہی بالا قصہ

نہیں نیکلا تھا۔ ان تین دنوں میں اُس نے کمی بار سوچا تھا کہ دکش خدا تعالیٰ فلمی تقاضہ سے ضرور ملے گا جس کا باقاعدہ اس حداثے میں رخصی ہو گیا تھا۔ سوچی غریب ہو رہا تھا اور نارنجی شعاعیں شہر کی عظیم الشان عمارتوں کے بالائی حصتوں پر کیپکارہی تھیں۔ حمید نے کیڈی لاک شہر کے آڑتی حصتی کی طرف موڑ دی جہاں زیادہ تر دوسرے مندرجہ آباد تھے۔ اس پر ٹک کاٹ جہاں وہ تقاصہ کاروچی رہتی تھی ایک خوبصورت بغل تھا۔ حمید کیڈی کو پائیں یا غے کے پھاٹک سے گزار کر اندر لیتا چلا گیا۔ کاروچی لان پر شہر رہی تھی اور اس کے ساتھ دوسرے بھی تھا۔ اور وہ اس وقت بھی نئی ہیں معلوم ہو رہا تھا کیڈی لاک دیکھ کر وہ دونوں گرک گئے۔

اور پھر جب کاروچی نے حمید کو دیکھا تو بے اختیار چونکہ پڑی۔ کبھی وہ کیڈی کی طرف دیکھتی تھی اور نہ بھی حمید کی طرف۔ البتہ دوسرے کے رویتے میں ایسے شراریوں کی سی بے نیازی تھی جو اپنی قوت برداشت سے زیادہ بھی لیتے ہیں۔

" مجھے افسوس ہے کہ میں محل ہوا۔" حمید نے کاروچی کے تربیہ ہمپنگ کر کہا۔

" اوه! تھیں تو... میرا خیال ہے کہ آپ یہ چارے رمیش کے دوستوں میں سے ہیں؟"

" آپ کا خیال دوست ہے؟" حمید نے اپنا ماناتا کا رد اُس کی طرف بڑھا تے ہوتے کہا۔ لیکن میں اس وقت اُس حیثیت میں نہیں ہوں۔ کاروڑ دیکھ کر کاروچی کی حرمت اور زیادہ پڑھ لگتی۔

" تو کیا آپ... وہ ہے کلتی؟" آپ شاید حداثے کے وقت بھی تو وہاں

موجود تھے؟

"بچھے انسوس ہے کہ میں اس کرپ میں نہیں فنا۔"

"ورنہ آپ آتے بچا لیتے؟" درجن نے ایک بے منگ قہقہہ لگایا اور بتلوں

کی جیب سے شاپینگ کی بوتل بیکار چکیاں لیتے لگا۔

"میں خاص طور سے بچیں جیکر کرنا چاہتا ہوں۔" حمید نیجے ہمیں بلا۔

"تم کون ہو تے بڑھے چک کرنے والے؟" درجن بجوگا۔

"درجن... پینڈوٹ بیسلی۔" کلاوی جلدی سے بولی۔ آپ عکس

سراغرانی کے سرجنت حمید ہیں؟"

"اوہ بہو۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" درجن آگے بڑھ کر گم جوشی

سے پانچھہ ملانا ہوا بولا۔" بچھے درجن خال آر تھرستگھ کہتے ہیں۔"

اس پار اس نے بوتل میں پچھی پچھی بھی حلقت میں انڈیل کر بوتل ایک

طرف لان پر ڈال دی اور سکریٹ سکھاتے لگا۔

"معاف کیجئے کامیں کریں کوئی تو نہیں کرتا؟" اس نے بے دشک

پن سے ہنس کر کہا۔

"تم خادم تھے وقت کہاں تھے؟" حمید نے اُسے گھوڑتے ہوئے

بچھا۔

"نہیں... یاد نہیں!" درجن نے ایک ایک لفظ کو گھٹلتے ہوئے کہا۔

"جہاں کیمیں بھی رہا ہوں گا بوتل میرے ہاتھ میں رہی ہوئی۔ آپ کون

سمی پیتے پیں؟"

"تم پر شہباز کیا چارہا ہے کوہ بیم نے ہمار کھانا۔" حمید اپنا

اپری ہونٹ پھیچ کر بولا۔

"اوہ تو آپ کیونک اپنی طرح کھڑے رہیں گے۔" کلاوی نے حمید سے کہا۔

"جب تک مجھ پر شہباز رہیں گا۔" درجن نے پھر قہقہہ لگایا اور حمید

خون کے گھونٹ پی کر رہا گیا۔

"آپ کا زخم اب کیسا ہے؟" حمید نے کلاوی سے پوچھا۔

"کوئی خاص تخلیقیت نہیں۔ مولی خراشیں نہیں۔ عجیب بات ہے میری

بھی میں نہیں آتا کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" درجن نے قہقہہ لگایا۔

"اگر تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے تو چل جاؤ۔" کلاوی بجڑا کر بولی اور

اس کے پیچے ہونٹ کا دلا دلہنگی کچھ اور زیادہ حسین ہو گی۔ حمید نے اپنا

پنچھا ہونٹ دانتوں میں ڈالتا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ درجن کیسی طرح

ذخیر ہے تو بوجا نے تو اچھا ہے۔

"کلاوی تھم میری توہین کر رہی ہو۔" درجن بھگوم کر بولا۔ "توہین۔ درجن

خال آر تھرستگھ کی توہین ہوتے اگر اپنے پڑے گی۔"

"تم مجھے ایک پویس آفیسر کے سامنے دھکا رہے ہو۔" کلاوی نے

تلخ بچھے میں کہا۔

"پویس آفیسر۔" درجن اپنی چھاتی ٹھوکن کر بولا۔ "میں پویس آفیسر

کے باپ سے بھی انھیں ملا سکتا ہوں۔ میرا نام درجن خال آر تھرست

۔۔۔۔۔"

تب اس کے کوہ جنک لڑا کر نا حمید نے گر بیان پچھا کر اسے لان

چیز سے اٹھا دیا۔ درجن کامنگا اس کے کان کے تریب سے نکل گیا

اور پھر درسرے ہی لمحے میں حمید کا گھونسہ اس کے جڑ پر پڑا۔ درجن

دولوں ہاتھوں سے اپنی مٹھوڑی تھام کر زمین پر اکٹوں بیٹھ گیا۔
کلاویتی ہر طرح کانپ رہی تھی۔

"ہاں تو میں یہ پوچھنے کے لئے آیا تھا کہ آپ کچھ ایسے لوگوں کے
نام بتاسکیں گی جن سے ریش کی دشمنی رہی ہوئی ہے؟" حمید نے لان جیت پر
بلیٹھنے پرستے کہا۔

"جی... ہاں... جی... خیس بچھالا میں کیا؟" کلاویتی کی نظر میں زمین پر
بیٹھ گئی تو درجن پر جھیل ہوئی تھیں پھر وہ خوفزدہ نظاروں سے حمید کی طرف
دیکھنے لگی۔

"بیٹھ جائیے۔" حمید نے فرم لیجے میں کہا۔

کلاویتی بیٹھ گئی لیکن اس کی نظر میں اب بھی درجن پر جھیل ہوئی تھیں
لیکن حمید اس کی طرف سے اس طرح لا پرواہ نظر آ رہا تھا جیسے سی دماغ
چاٹنے والے بچے کو پیٹ کر ٹھوک لیا ہو۔ درجن نے آہستہ آہستہ اپنے
دولوں پا تھوڑی پرستے ہٹاتے اور خون ٹھوکنے لگا پتہ نہیں دانتوں
کے دریاں میں اک ریباں کٹ گئی تھی یا کوئی دانت ہی بر لگا تھا۔

وہ پھر کھڑا ہو گیا اور حمید کو اس طرح ٹھوکنے لگا جیسے کچا ہی کھا
جائے گا۔ حمید بدستور کلاویتی ہی کی طرف متوجہ ریا۔ کلاویتی بوکھلا گئی تھی
تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت اسے درجن سے ہمدرد رہے۔

کرنی چاہیے یا بے روئی اختیار کرنی چاہیے۔
"ریش سے آپ کے قریبی تعلقات تھے یا یوں ہی محض شناسائی تھی؟"
"جی؛ وہ چونکہ کر لولی۔"

"میں تھیں دیکھ گوں گا۔" درجن بڑھ لایا۔

"جائتے ہو یا اب دوسرا طریقہ اختیار کروں؟" حمید اس کی طرف مرٹے
بن گئی تو لا پھر کلاویتی سے کہا۔ "آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا ہے"
"جی بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت میری طبیعت سطحیک نہیں
ہے۔" کلاویتی نے کھوکھلی آواز میں جواب دیا۔ وہ درجن کو پائیں باعث کے
پھاٹک سے لگد کر جلتے دیکھ رہی تھی۔

درجن کے جاتے ہی تھے یہ بیک نہ سوس کیا جیسے کلاویتی کے
بھروسے سے سرائیں گی کے آثار غائب ہو گئے ہوں۔
"تو آپ وہی سرخبط حمید ہیں ان پیکٹ فریڈی کے استشٹ ہے؟"
کلاویتی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ لوگ یہی کہتے ہیں لیکن آپ نے میری بات کا جواب
نہیں دیا ہے۔"

"میں ریش کو بہت عرصے سے جانتی ہوں۔ ہم دولوں کلاس فیلو
بھی رہ چکے ہیں اور تمہی دنیا میں میری رسمائی اسی کے ذریعے ہوئی
تفہی۔ کلاویتی مُستَکر لولی۔" اب آپ پوچھیں گے کہ تھیں ریش
سے محبت تو نہیں تھی؟"

"اس قسم کے سوالات عموماً کیرے کے سامنے کیے جاتے ہیں۔"
حمید بھی جواب اٹھ کر ایسا۔

"آپ غلط ہے۔" کلاویتی نے کہا۔ "میں نے یہ بات سمجھدی ہے
کہ تھی۔ کیا آپ علمی حلقوں میں گشت کرتے والی افواہوں سے واقع
نہیں ہیں؟"

"جی نہیں؟"

"اوه... کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ شلیٰ کے کسی عاشق کی حرکتی
اور کچھ بکتے ہیں کہ کسی عورت نے جو مریش کو چاہتی تھی بھینچلا کہ اسی کو ختم
کر دیا۔"

"تینیں شلیٰ خود بھی تو غائب ہے؟" حمید نے کہا۔

"اُس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ خوت کی وجہ سے دُبپوش ہو
گئی ہے۔ اسیں خیال سے فراہم گئی ہے کہ پولیس اُسے بھی لے گئے گی۔"

"اوہ؛ حمید پر خیال انداز میں بولنا یہ درجن کیسا آدمی ہے؟"
"درجن؟.. کلاوٹی کے لیے میں بچپان ہٹ تھی پتہ نہیں میں اس
سے زیادہ واقعہ نہیں ہماری طلاقات اسی نام کے کنٹریکٹ کے درمان
میں ہوئی تھی۔ البتہ انہا جانتی ہوں کہ وہ سیدھے اسے گھر سے دوستوں میں
ستے ہے؟"

"کی سیدھے بھی شلیٰ پر دانت لگاتے ہوتے تھا۔"

"سیدھے؟ کلاوٹی ہونٹ سکوڑ کر لے لی؟" وہ ہر اس عورت کے لیے
زڑ پشارہتا ہے جو اس کے دست میں سے باہر ہو۔"

"شلیٰ کے متعلق بھی کچھ بتا سکیں گی؟" حمید نے پوچھا۔
"اس سے زیادہ نہیں کہ وہ مشیر، کے پاس آنے سے پہنچے باقاعدہ
پیش کرتی تھی؟"

دفعتاً حمید کو ایک بات یاد آگئی۔
"کیا آپ اُس شخص سے بھی واقعہ ہیں جس نے پہلی بار شلیٰ کو
پیش کر دیا؟"

"نہیں میں اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔" کلاوٹی نے بے توجیہ سے

کہا۔ وہ کچھ دیر خاہیں رہی اور پھر بولی: "آج صبح سے سرہمی بڑا شدید درد ہے۔"
"اچھا۔" حمید آٹھا پتو ایلو۔ "تلخیف و بیکی کی معانی چاہتا ہوں۔ وہیتے بچھے
تو قع ہے کہ آپ پولیس کا ہاتھ ضرور ٹیکتیں گی۔"

"میں؟" کلاوٹی چوک کر لیو۔ "بھال میں کیا باతھ پلا سکتی ہوں؟"
"آپ بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ مریش تو آپ نے قریب سے دیکھا ہے۔"
"بہرحال اولیے مجھے خوفی ہوگی۔ اگر کسی کام آسکوں؟" کلاوٹی نے کہا۔
وہاں سے نکل آر جید سوچ رہا تھا کہ اب کیاں جاتے۔ بسوچا سلووڑ
ہی کی طرف چلتا چاہیے لیکن پھر خیال آیا کہ مریش کی مت کرنے کے میں
ایک بیٹتے کے لیے کام نہ رہے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کلاوٹی سے وہ
خوب اُس لیے ملا تھا کہ اُسے اپنے ساتھ کسی قسم کی تقریح کے لیے آماز
کر سکے گا لیکن وہ ضرورت نے زیادہ بو رثابت ہوئی۔ اُس کے خیالات
کی روکھلکھلیتے کھلکھلتے کش تی پر رُک گئی۔ پھر دفتاً اُسے اُس بڑی کا خیال
آیا جو اُسے سڑکیوں والی ٹکسی کے درواز میں ملی تھی اور وہ اُس کے
متعلق سوچتے تھا۔ وہ تھی تو اسی شہر میں لیکن حمید کو اس کا پتہ نہیں
مولوم تھا۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ اب اُس نے جرماتہ زندگی سے
توبہ کر لی ہے۔

حمدیتے کیڈی لاک کا رخ کرتے ہی کی طرف موڑ دیا۔ اُستیقین تھا کہ
اُس پکڑ جگدیش اُس رُکی کنوں کا پتہ ضرور جاننا ہو گا لیکن کوتولی میں
قدم رکھتے ہی اُس کے ذہن کو دوسرو طرف پھکتا پڑا۔ اکنہ بخوبی کوتولی میں
اُس پکڑ فریدی کی موجودگی کسی اہم ہی معاشرے کی بنیا پر ہو سکتی تھی۔
فریدی اُسے دیکھ کر منی خیز انداز میں مسکرا دیا۔

لئے مٹکیو سے کارناموں کے لیے جا سو سی دنیا کا خاص نیز لائشلوں کی آبشار
ملا حظ قریباً۔

"تھیں یہ بات مفہوم خیر معلوم ہو رہی ہو گی؟" فریدی نے کہا۔
"قطیعی... یہ نامنکن ہے؟"

"لیکن تم اسے محض اتفاق ہیں سمجھ سکتے کہ دونوں ہم ایک ہی گات پر کے دروازے میں پہنچتے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"ایک ہی گت؟" حمید نے حیرت سے کہا۔ لیکن آپ کو اس کا علم اس طرح ہوا۔ پہنچے حادثے میں تو یہ بات ساختہ نہیں آئی تھی؟"

"ہاں... آس۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولा۔ "دوسرا بار حادثے کے سلسلے میں یہ بات ذریث کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ میں اسے ناممہم نہیں سمجھ سکتا۔"

حیدر کچھ نہ بول۔ فریدی دوسری طرف متوجہ ہو گی۔ وہ دراصل یہ اس کی پہنچے حادثے والی روپورٹ دیکھ رہا تھا۔ حمید سورج رہا تھا کہ اگر وہ طالم نہیں تھے تو خود پر ڈھنے کیس طرح اور یہ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ ایک منصوبہ گت۔ بجا نہ ہی کے دروازے میں پہنچتے۔

"آپ اب تک تھے کہاں پر؟" فریدی کی طرف مڑکر بول۔
"ادھ... میں فرما کاوتی کو ٹھوپل رہا تھا۔"

"کلاوڈ کون ہے؟"

"دنیا رنا صہ جس کے رقص کے دروازے میں پہلا واقعہ ہوا تھا۔ وہ بھی زخمی پر گئی تھی۔"

"تو تم آسے ٹھوپل ریتے تھے؟" فریدی مسکرا کر بول۔

"او... ہم... یعنی کہ... محاورہ..."

"یکوں... یوکھر...؟"

"وہاں! ایک آدمی کی مرمت بھی کرنی پڑی۔"

"آپ یہاں... کوئی خاص بات؟" حمید نے پوچھا۔
"بات تو وہی پڑا تھی ہے لیکن اب خاص ہو گئی ہے۔"
"میں شہیں سمجھا۔"

"اُسی استودیو میں دوسرا دھماکہ،" فریدی سکار سلکا ہوا بولا۔ "پانیوں کے پر پچھے آڑ گئے اور ریش کے اسٹینٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو اس کا بائی تھا۔" لیکن آڑ پر ڈکشن والوں نے تو کام بند کر رکھا تھا۔

"صرف شوٹنگ بند تھی۔" فریدی نے کہا۔ "آج یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ریش کا اسٹینٹ اس کی ترتیب دی ہوئی دھنلوں کی مشتمل کر کے خصوصی ان دھنلوں کی جو چاڑوں کے لیے بنائی گئی تھیں۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچتا ہوا بھر بولा۔ "لیکن اب مجھے اپنا خیال بدل دیتا پڑا ہے۔ وہ طالم نہیں ہے۔"

"پھر...؟"

"عمولی مم... جو سیقٹی کچھ ہستے سے پہنچتے کے ہیں؟"

اعوا

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ طالم نہیں تھے تو ان کے سیقٹی کچھ ہستے کس طرح... خود پر ڈھنے پہنچتے سے رہے۔

”کس کی؟“

”دُرجن کی؟“ حمید نے کپا اور اتفاقات دہرا دیتے۔

”وقت اور ان جی دونوں کی بربادی“ فریدی آہستہ سے لولا۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ دو قتل حادثے ایک ہی اگت پر پیش آتے تو ہمیں ایک ایسے اگت کی تلاش جاری رکھنی پڑے گی جو اس اگت سے بخوبی واصل ہو۔“

”ایک ہی کیون؟“ حمید نے جرت سے پوچھا۔

”ظاہر ہے کہ یہ حرکت وہ آدمیوں نے نہ کی ہوگی۔“

”حمید رکھوڑی دیرنک سوالیہ نظردار سے اُسے دیکھتا رہا پھر جھنگھلا کر لے۔“
”فریدی صاحب... امتحنوں کے تاخیر اور یعنی اُس تاخیر کی سبھمیں پکھنہ نہیں آیا۔“

”جلدی کی ضرورت نہیں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ویسے تمہارے لیے

اٹا ہجی کافی ہے کہ ایک طالبیوں کو ٹھوٹ لئے رہو۔“

”حید جھنگھلا کر دروازے کی طرف بٹھا۔“

”ٹھوڑوں میں بھی چلنا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”ان کی کیڈی اک ایک بار پھر اسپرنگ کاچ کی طرف جا رہی تھی۔“

”خدا کی قسم بڑی زور دار عورت ہے۔“ حمید دانت پر دانت جما کر

لولا۔ ”خصلہ صاحب اس کا چلنا ہوتا۔“

”تو تم نے اُسے اپھی طرح ٹھوٹ لیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ویسے

فلم کی سیہ وتن ریکھا کے متعلق کیا خالی ہے؟“

”وہ آپ کے لیے مناسب رہے گی۔“

”ابے عین اس کے لیے پوچھ رہا ہوں۔“ فریدی جھنگھلا کر لولا۔

”پھر ہمیں نے بڑی مصروفیت سے پوچھا۔“

”اُس کے اور بڑیش کے تخلفات کیسے تھے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”تخلقات کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔“ ویسے یہ ضرور ستا ہے کہ

سسوہ کو رہیش سے نظر لیکر کرنے کی راستے احتی تے دی تھی؟

”مسعود کیسا آدمی ہے؟“

”خوبصورت آدمی ہے۔ لوكیاں اُس پر فرستکتی ہیں۔“

”پھر بجاؤں شروع کی تھے۔ چنان مار دوں گا۔“

”پھر کیا پوچھا تھا آپ نے؟“

”بکھریں؟“

”تھوڑی درستک خاموشی ہی پھر حمید بولا۔“

”آخر اپنے شغل کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ مریش

محض اُسی کی وجہ سے مارا گیا۔“

”لیکن یہ دوسرا آدمی۔ میں تے تھوڑی ہی دیر میں اُس کے متعلق

بچاں میں کر لی ہے۔ اُس کا شغل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔“ فریدی

نے کہا۔

”بہت ممکن ہے کہ یہ ہمارے ناکام ترین کیسوں میں سے ایک ہو۔“

”جید بولا۔“

”کیوں؟“

”جمجم نے وہ طریقہ انتیار کیا ہے کہ مشکل ہی سے اُس پر ہاتھ پڑتے کہا۔“

”ابس میں تو شک نہیں۔“ فریدی بولا۔

کیڈی لال رک گئی۔ آٹھنج گئے تھے اور اس پر نگ کاچ کی کھکبیوں میں
لگ بہوئے رجھن شیشے روشن نظر آرہے تھے پائیں یا غمیں اندر ہرا تھا۔
وہ دونوں آٹر کر رہا دے میں آتے۔ برا سادہ بھتی تاریک ہی رکھا خردی تھی
سے نار پ نکال کر گھنٹی کا سوچ تلاش کرتے رکا۔
اندر سے گھنٹی کی موح سی آواز آرہی تھی۔ وہ منتگل تر گئے لیکن
اس پر نگ کاچ کے ملیتوں نے گھنٹی کی طرف دھماں نہ دیا۔
”کیا معاملہ ہے؟“ حمید نے آئستہ سے سرگوشی کی۔
فریدی نے دروازے کو دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ انھوں
نے کھکبیوں کی بھی آزماتش کی لیکن یا تو وہ اندر سے بنتی تھیں یا ان میں
لوہے کی سلاخین لگی بھوپی تھیں۔ انر جاتے کار استہ تلاش کرتے ہوئے
وہ بٹکے کے لشت پڑا گئے اور پھر انھیں ایک دروازہ دکھاتی دیا جس
کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔

وہ دونوں اندر پیچ پیچ تھے۔ ستائی کایہ عالم تھا جیسے کبھی کوئی
اس عمارت میں رہا، ہی نہ ہو۔ رکشی البتہ کتی کھوں میں تھی۔ دونوں نے
چھر ایک دوسرے کی طرف منی خیز نظروں سے دیکھا۔
ایک کرسے میں جو غالباً لشت کے لیے تھا انھیں غیر معمولی ابتری
دکھاتی دی۔ ایک صوفی الگی پڑی تھی۔ چھوٹی گلوں میز کبھی قرش ہی پر
نظر آرہی تھی سوڑے کا سایقین دیاثت ہارس کی بوٹی جس کی شراب
بہرہ گئی تھی۔ لوٹ لے ہوئے گلاس۔ یہ سب بھی زمین پر رہنے اور عمارت میں
ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔
فریدی اسیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے چاروں طرف۔

دیکھ رہا تھا۔

”اور یہ؟“ حمید بے ساختہ بولا جس نے ابھی بھی آٹی بُری ہوئی سیدھی
کی تھی۔ اس کی نظریں زندہ سیٹل پر جو بُری تھیں۔ اُسی کے قریب
ایک رُوماں پڑا ہوا ملا جس پر تازہ خون کے دھجتے تھے۔

”یسینٹل کا وقیع ہی کا ہے؟“ حمید تھوک نکل کر بولا۔ آج شام اُس
نے بھی پہن رکھا تھا۔

”اور وہ تنہا تھی؟“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں... درجن...“

”میں تو کروں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔“

”تو کر... نہیں مجھے تو کوئی بھی نہیں دکھاتی دیا تھا۔“ حمید بولا۔ ہم باہر
لان پر رہتے۔

”تو کروں کی عدم موجودگی جرت الجیز ہے۔“ فریدی نے کہا۔ میرے خیال
سے کلامی ایک مال دار ایک طریقہ تھی۔

”مکنی... کی مطلب؟“ حمید جو نک کر بولا۔ کیا آپ کا خیال پید کر دو
مارڈوالی کسی؟“

”نی الحال کچھ نہیں کہ سکتا!“ فریدی نے ڈرائیگر ڈرم سے نکلتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں پھر اُسی دروازے میں کھڑے ہو گئے تھے جدهر سے بٹکے
میں داخل ہو گئے تھے۔ فریدی جھک کر طاری کی روشنی میں دروازے کے

نیچے کی زمین کا جائزہ لینے لگا۔ پھر کچھ دیر اسی طرح چلتے رہنے کے بعد
نورٹ آئی۔

”دوٹوٹے ہوئے گلاس!“ فریدی پر خیال انداز میں بڑپڑا نے لگا۔ لیکن

نشانات ایک ہی آدمی کے پرتوں کے ہیں... خیراً۔“

وہ پھر ڈنائگ رومن میں واپس آگئے۔
فریدی کلاس کے طکڑوں کو نہایت احتیاط سے اپنے گردماں میں اکھتا کر رہا تھا۔

”اُبستی نیسرے آدمی کا وجود نہیں ثابت ہوتا۔“ اُس نے حمید سے کہا۔ اُس
لیے خیال ہوتا ہے کہ کلاوڈی کسی اجنبی کے ساتھ نہیں بخی۔ اُنے دالا کم از کم
اُس سے اتنا بے تکلف ضرور تھا کہ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر شرپ پی اور
پھر اس کے بعد تھدری سی جدوجہد ہوتی ہوئی۔ سکتا ہے کہ اُن دونوں میں سے
کسی کے حرف بھی آتی ہو۔ کیونکہ اس تو مال پر خون کے دھنٹے۔“
فریدی کے ابھی بات پوری نہیں کی تھی کہ مکان کے لئے حصے میں گھٹنی
بچنے لگی۔

”کوئی ملاقاتی؟“ فریدی بڑھ رہا۔

دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھے۔

درسے لمحے میں ایک ادھر عرکا تھیت آدمی اپنی عرق آؤ اور
بے جان انکھوں سے انھیں گھوڑا بھاٹھا۔

”اوہ۔ آپ کو بڑی تعلیمات ہوئی۔“ وہ سکراکر بڑھ رہا۔“ کیا کلاوڈی کسی کام
میں شغوف ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم سینچر کی شام کو تو کروں کو تھیتے
دستے ہیں۔“

”کیا آپ یہیں رہتے ہیں؟“ فریدی نے پوچھا۔

”جی۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ بڑھنے کی حرث بڑھ گئی۔
”بات دراصل یہ ہے کہ یہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہو گیا ہے۔“ فریدی

نے کہا۔

”براہ کرم پہلیاں نہ بخہا یتے۔“ اُس نے بھنگلا کر کہا۔“ میں پارٹ
ٹوپل کامریں ہوں۔ ذرا سی ابھی بھی مجھے محنت کے قریب پہنچا دیتی ہے۔
”کلاوڈی کا اغوا۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔
”کیا؟ آپ کون ہیں؟“

”پویس۔“
بڑھ رہا ابھی جھپٹ کر اندر جاتے لگا۔
”مھر ہے۔“ فریدی اُس کے شانے پر باقہ رکھنا ہوا بولا۔ آپ کا کلاوڈی
تے کیا تعلق ہے؟“

”میں... میں اُس کا چھپا ہوں۔“
”میں رہتے ہیں آپ؟“

”جی ہاں... لیکن... یہ اغوا... میری طبیعت بگزار ہی ہے۔“
حمد آسے سہارا دے کر ایک درسے کرے میں لے گیا۔

”لیکن... اغوا۔“ وہ ایک آرام کر کسی پر گرتا ہوا بڑھ رہا۔

”آپ نے کھر کس وقت چھوڑا تھا؟“ فریدی نے پوچھا۔

”آج صبح یہیں سینسل اسٹڈیو میں ساوتھ اجتیہر ہوں۔ لیکن یہ اغوا۔“

”ہم لوگ اس سمتا رزیاہ روشنی نہ دال سکیں گے۔“ فریدی نے کہا۔

”ہم دراصل ریش والے کیس کے سلا میں یہاں آتے تھے یہیں۔“

”ابھی ابھی میں نے دہاں درسے حادثے کے متلوں شتابے پوڑا۔“

”ٹھیک۔“ میں تھوڑی معلومات فراہم کرنی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے

ہی کلادنی غائب کر دی گئی۔

بُوڑھے کے پیڑے پر یہ چینی کے آثار تھے اور وہ بار بار اپنے خشک پونٹوں پر زبان پھر رہا تھا۔

کیا آپ کسی آئیسے آدمی کا نام بتا سکتے ہیں جسے اس سلسلہ میں مشتبہ سمجھا جاسکے؟ فریدی تے پوچھا۔

”میں... نہیں۔ کلادنی کے سارے ملنے والے شریعت ہیں اور میں اپنے ملنے والوں میں سے بھی کسی کو ایسا ہیں سمجھتا۔ لیکن ٹھہر یہے، ایک آدمی! مجھے اس کا یہاں آنا پست تھیں تھا اور کلادنی بھی شاید اسے اغافا نہیں کر داشت کرتی تھی۔“

”درجن؟ حمید نے پوچھا۔

”اوہ... تو آپ جانتے ہیں آسے... آپ ٹھیک سمجھے... درجن... وہ ایک اوباش اور پوتے ہر سے کاغذ نہ دے سے۔ میں نہیں جانتا کہ کلادنی آسے اخاتا ہی کیوں برداشت کرتی تھی؟“

”کیا وہ اکثر یہاں آنار بتاتا؟ فریدی تے پوچھا۔

”تفیریاً وَرَتْهِی، بُوڑھے تے کیا! میں کیا کروں...“

”رمیش سے کلادنی کے کیسے تعلقات تھے؟“

”دونوں کبھی کلاس فیلڈ تھے۔ اور رمیش ایک خوبیک اس کا اُستا بھی تھا اور وہ اُسی کے تو سط سے نمل لاتن میں آتی تھی۔“

”کسی بھی آن میں کسی بات پر ٹھکرنا بھی ٹھوڑا تھا؟“

”میری بادداشت میں تو نہیں۔“

”اچھا تو سڑ... آر...“ فریدی اُختنا ہمچو بولا۔

”مجھے سیش و رما کہتے ہیں۔“ بُوڑھا بے جیتی سے بولا۔ ”مگر کلادنی کا کیا ہو گا؟“

”مگر ایتے نہیں بُوڑھی کو شش کی جاتے گی؟ فریدی تے کہا۔ اُس نے گاسوں کے طور پر رومال میں پیٹ کر جیب میں ڈال لیے۔ تھوڑی دیر بعد کیلئی اسپرینگ کاچ سے روث رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ یہ درجن ہی کی حرکت ہے۔ حمید نے کہا۔ آج شام اُس نے کلادنی کو دھکی بھی دی تھی۔ اور میں یہ بھی حسوس کر رہا تھا کہ کلادنی نے اس دھکی سے اُتر بھی لیا ہے۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ ”وہ اُس سے خافت بھی معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد اُس نے مجھ سے کھل کر بیان کی تھیں۔“

”بُوڑھوں... میں یہ نہیں کہتا کہ اس انعام میں درجن ہی کا باتھ ہے۔“ فریدی بولا۔ ”مگر رمیش والے دلتے سے اُس کا کچھ تکمیل تعلق تھوڑا ہے۔“ ششی غائب ہوتی وہ رمیش کی داراشتہ تھی۔ رمیش کے اسٹنٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو خود اُس کا ہوا تھا پھر کلادنی غائب کردی گئی جو رمیش سے قسمی تعلقات رکھتی تھی۔“

”آخر اپ درجن کو اس طرح کیوں نظر انداز کر رہے ہیں؟“ حمید بولا۔ ”نظر انداز تو نہیں کر رہا ہوں۔ باں ابھی دلوں کے ساتھ کچھ نہیں کہ رکھا۔“

”خادتے سے پہلے وہ رمیش سے بھی لڑا گیا تھا۔“ حمید نے کہا۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ اُس نے اُس وقت دھم پیانو میں نہیں

”لوگوں سے ہو۔“

”ہم کہاں جا رہے ہیں؟“ حمید نے پوچھا۔
”کیلاش ہوٹل“

”یہ کہاں ہے؟ میرے خیال سے کوئی اچھا ہوٹل نہ ہوگا۔“
”تھاراخیال درست ہے؟“ فریدی تے کہا۔ ”وہ ایک گھٹیا ساپڈول
ہے اور بارہی سے۔ دو جن اس وقت وہیں مل سکتا گا۔“
”تو یہ آپ درجن سے واقع ہیں؟“ حمید نے چیڑت سے کہا۔

”کبود نہیں۔ میں اس کی سات پشتions سے واقع ہوں۔ کتنی بار کا
سرما فناستہ ہے۔ اکثر اپناتام بدلا رہتا ہے۔ اب سے تین سال قبل جگہیں
چنگیاں کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بڑا اچھا ہھوڑ بھی ہے۔“
”مگر ہمیشہ تے تو مجھے تباہی تھا کہ وہ سیفی ہھٹکوں مل کو روکیاں سپلائی
کرتا ہے۔“ حمید نے کہا۔
”سبھی کچھ کرتا ہے۔“

کیڈھی لاک ایک تنگ و تاریک گلی کے سامنے مگر گئی۔
”تم سیہیں بیٹھو۔ فریدی تے کہا۔“ درجن تھیں اپنی طرح پہچانلے۔
”میں یہاں بیٹھ کہنے ماروں گا۔“
”بیٹھو بیٹھے خاں۔“ فریدی اس کا شارة تھپکتا ہو گوا بولا۔ ”اس ہوٹل
میں روکیاں تھیں ہیں۔“

حمدید پاپ سٹالا کر کجھ پھٹانا نے لگا۔
لگی بہت زیادہ تاریک تھی۔ اگر فریدی کے پاس ٹاریخ نہ ہوتی تو ایک
تم بھی چلندا دشوار ہو جاتا۔ تقریباً سو گز چلتے کے بعد تھوڑی سی جگہ

چھپایا تھا کیونکہ لڑائی کے بعد سے مشق شروع ہوتے تک وہ کرو ایک
منٹ کے لیے بھی خالی نہیں رہا تھا۔
”ہو گا۔“ حمید بیڑا سے بولا۔ مجھے اب اس کیس سے کوئی دیپسی
نہیں رہی۔“
”کیوں؟“
”بس یو ہی۔“

”یہ کہو بیٹھے کہ اب دیپسی کا سامان ہی نہیں رہ گیا۔ تم ہمیشہ اسے
ہی کیسوں میں دیپسی لئتے ہو جن سے کوئی رُکی بھی مغلک ہو۔“
”میں بھی سمجھ رکھتے ہیں۔“ حمید تر اس انتہا کر بولا۔ ”ایسا مقدر بھی شاید کھارے
پانی کی روشنی سے لکھتا تھا۔ آتی ادبس نہل گئی۔ پھر سے آگئی۔
... ہات تیری۔“

حمدید باہر کھلے ہوتے اندر ہرے کو گھوسنے کے لئے کھارا رہا تھا۔
”خدا کے لیے اب تم شادی کر ڈالو۔“ فریدی بڑی بڑی ایسا۔
”ہت بولو کریں۔“
”پھر کیا چاہتے ہو؟“

”ایک ایسی لڑکی جو بیوی نہ ہو۔“
”چلو میں آسے شوہر ہی نیا دوں گا۔“ فریدی بولا۔
”آپ ہی کر دایتے اپنی شادی۔“
”میری شادی سے تھیں کیا نامہ پہنچنے گا؟“
”نامہ بھے ہی تو پہنچنے گا۔“ حمید اپنی ایک اٹکھے دبکھ پھوڑ پرپن کے
سانکھہ ہنسنا۔

میں رکشمنی کا ایک وہ سب سادھا ری دیا۔ شاید یہ روشنی کسی عمارت کے لئے
پہنچتے دروازے سے آرہی تھی۔

فریدی دروازے کے سامنے پہنچ کر گیا اندر مختلف قسم کے
تمباکوں کے دھوکیں اور مستقیم شرابوں کی یوچیلیں ٹوٹی تھیں کہ کافی کٹا د
تھا۔ تقریباً دیڑھ درجن میزیں ضرورتی ہیں ہوں گی۔ داہنی طرف کا انتہا تھا۔
جس سر ایک پستہ قدار مقبوض جسم والا بارٹنڈر کھڑا اشیتے کے جگ
میں پیٹر انڈلیں رہا تھا۔

فریدی پر نظر پڑتے ہی جگ والہا تھا کہ پہنچ لگا۔ اس نے تجھ پر
ایک بھرا ہی ٹوٹی سی نظر دوڑا۔ اور جگ باقی سے رکھ کر بڑے سعادتمندانے
انداز میں فریدی کو سلام کیا۔

فریدی تے اپنے سر کو خفیت سی جبتش دی اور سیدھا اس کے
پاس چلا گا۔

”میں یہاں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
”اپنا کام جاری رکھو۔“ بھارے لیے کوئی پرath نہیں کیا تھا۔

بارٹنڈر منی خزانہ انداز میں سر بالا کر کچھ جگ میں خراب انڈیلے لگا۔
فریدی کو دو جن کو پہنچا دیکھا تھا۔ وہ ایک میز پر بیٹھا شطرنج
کھلینے میں مشغول تھا۔ پیٹر نظر اپنے ہونٹوں پر ایک
اس کی آئشیت دالی ایک میر پر جم گیا۔

”لمڈھاگ دھاگ!“ دو جن نے اپنا کوئی تمہارے بڑھا لیا۔
”لمڈھاگ دھاگ!“ شہزاد بھر... بھاری ماں کی آنکھ۔ دو جن بڑھا۔

”مشہم کی ماں کی آنکھ!“ اس کا ساقی چال چل کر بولا۔ فرزیں بچاؤ۔

”لمڈھاگ دھاگ!“
”لمڈھاگ دھاگ کی ماں کی آنکھ۔ فرزیں بچاؤ یا ہے۔ یہ لے بیٹا۔“
بیٹا کی ماں کی آنکھ!“

فریدی کچھ دیر یوچی سیطھا سارا پھر آنکھ کر کا دنٹر پر چلا آیا۔
”یہ بیہاں کس وقت سے بیٹھا ہوا ہے۔“ اس نے بارٹنڈر سے پوچھا۔
”کون؟“
”دو جن!“

”دو جن... میں ہمیں جانتا وہ کون ہے؟“
فریدی نے دو جن کی طرف اشارہ کیا۔

”اوہ! جگلشیں حیر کار، بارٹنڈر تے کہا۔“ شاید سارا ہے چہ بچے سے۔
”یقین کے ساتھ تھے سکتے ہوئے“
”جی ہاں۔ میں اس پر خاص طور سے نظر کھٹا ہوں۔“
”کیوں؟“

”پانچ بجت مجاہا ہے اور اکثر لوگوں سے لڑ بھی بیٹھتا ہے۔“
فریدی کی کچھ اندھی ہو چکھنے والا تھا کہ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ پہنچ
اُس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر سیدھا درجن کی طرف چلا
گیا۔ اس نے مجک کر دو جن سے کچھ کیا اور دو جن اپنے ہونٹوں پر ایک
معنی بیخ مسکراہٹ لئے بٹوئے کھرا ہو گی۔ اچانک اُس کی نظر فریدی
پر پڑی اور اس کا مودو ڈیکھ لخت بگرا گیا۔

وہ آتے والے پر بڑی طرح گرتے لگا تھا! اس نے گوچا تھام سے
نگوں ہوتے ہو دخل دیتے والے۔ پتہ نہیں کیا مزہ آٹا ہے مالوں کو ایک

ایک ہماق

سراج حیدر چھوڑی درستک تو اُس کا تواصیب بڑے ٹھنڈے دماغ سے کرتا رہا پھر اچانک اُس کے اسکریوڈ ہیلے ہونے لگے۔ جھنپھلا ہٹیں رہ ہمیشہ اپنی کھوڑی کی حدود سے تجاوز کر کے خاصا شیخ چیلی بڑا جانا تھا۔ پہلے اُس نے سمجھا تھا کہ اگر اُس نامعلوم آدمی کو دور جانا ہو تو کم شکی صورت کرے گا کیونکہ اُس کی ظاہری وضع یہی ثابت کرہی تھی کہ وہ کملی منتقل آدمی ہے بہر حال حمید کو مایوسی ہی ہوئی کیونکہ وہ تقریباً ایک میل پیڈل چلنے کے بعد بھی پیڈل ہی چلنا رہا۔ ”اچھا بیٹا میں تو پیڈل نہیں چل سکتا۔“ حیدر آہستہ سے بڑا بیا۔ اور تھیں بھی لیکھی، ہی پرے بیا وں تھا۔

پھر دیر بعد وہ ایک دیران مڑک پر آگئے جس کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے ناصالہ رسمی قسم کے مکانات تھے۔ حیدر نے چھک کر پتھر کا ایک نوک سالا نکڑا اچھا یا۔۔۔

آگے چلنے والے کے سر پر پہیٹ نہیں تھی اس لیے پتھر کا وہ نکڑا غریبوولی طور پر کار آمد ثابت ہوا۔ اُس کے مت سے صرف ایک پس ساختہ قسم کی چیخ جعل کی اور اس۔

حیدر شور جاننا ہوا اُس کے پیچے دوڑا اور قرب دیوار کے مکانات کی کھوکھیاں لکھنے لیکیں۔ کھوڑی دیر میں خاصی بھڑاکھا ہو گئی۔ پھر طے کرانے والا بے بدوش ہو گیا تھا۔ حیدر کو پھر تناقص آگیا۔ لیکن اس بارہ

ہم دونوں کھیل رہے ہیں تم چال بتانے والے کون؟“ آئے والا چھر اکر ”تھیجے ہیٹ کیا اور درجن پھر بیچ کر کھیل میں مشغول ہو گیا۔ ” دیکھ لیا آپ نے پارٹنر نے فریدی سے کہا۔

” ہوں۔“ فریدی کی نظریں نئے آئے والے پر جب ہوئی تھیں جو اپ بھی اُسی جگہ کھڑا درجن کو گھوڑہ بنا تھا لیکن اُس کی آنکھوں میں نیamat یا غصہ کی بجائے جیت تھی۔

” تم اُس سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔“ فریدی بارٹنڈر کی طرف ہوا۔ ” نہیں صاحب... ایسا پوکٹا۔۔۔“

نیا آئے والے باپر جاری تھا۔ اس سے بعد ہی فریدی نے بھی ہر ٹھنڈا چھوڑ دیا۔ حمید کیلئے لاک میں پڑاٹھگ رہا تھا۔ فریدی کے جھنپھل چھوڑنے پر سیدھا ہو گیا۔ ” آگئی ۔۔۔ وہ بوکھلا کر بولا۔

” کیا سمجھتے ہو؟“

” لا جوں ونا قوت۔ آپ ہیں۔“

” چلو اُتر و جلدی تھیں اُس ادمی کا تعاقب کرنا ہے۔“ پھر کہیں تعاقب کہاں... اور... اچھا۔ میں اُس کا قید کر دوں گا تاکہ پھر کہیں تعاقب نہ کرنا پڑے۔ سالی زندگی پسے یا مصیبہ... ادھر ہاگو۔ ادھر ہاگو۔ کارش آپ بہتر والی ہی ہوتے۔“

اپنے مقدار کو کوس رہا تھا۔ اُس نے تو دو صل بیس چوچا تھا کہ وہ چورٹ کھا کر صرف اُسی حد تک بے کار ہو جاتے گا کہ حمید کو اُسے سہارا دے کر دوری سڑک پر لے جانا پڑے گا۔ جہاں وہ ایک نیسی کر کے اُسے اُس کے ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔ اس طرح اُسے پیدل چلتے سے بجات بھی ٹلے گی۔ اور اُس کی جاتے رہائش کا پتہ بھی محلہ ہو جاتے گا۔

لوگ اُس سے خادتے کے متعلق پوچھتے لگے تھے۔ ”یہ ذرا فاصلے پر تھا۔ اُس نے پے دلی سے کہا۔“ دفعہ میں نے اس کی چونچ سنتی اور ہماں کریما پہنچا تو یہ...“

”ہسپاٹاں لے چلے۔“ کبھی نہ کہا۔ ”لیکن یہ چوت کیسے آئی؟“ دوسرا بولا۔ پھر اُس نے حمید سے پوچھا۔ ”کوئی تیسرا آدمی بھی تھا؟“

”مکن یہ رہا ہوا میں نے دیکھا نہیں۔“ حمید کی جھینجھلاہمٹ بڑھ دفعہ تکھہ دوسرے کار کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی دکھاتی دی۔ ”چلو یہ تھی اچھا ہوگا۔“ ایک بولا۔

دو تین آدمیوں نے باٹھ اٹھا کر کار رکوائی۔ لیکن دوسرا ہی لمحہ حمید کو مجھے میں چھپنا پڑا۔ کیونکہ کار سے اتر لے والا درجن تھا۔ لوگ اُس سے زخمی کو سرسی ہسپتاں تک پہنچا دیئے کی استدعا کر رہے تھے۔ درجن نے ٹارچ کی روشنی میں بے ہوش آدمی کا چہرہ دیکھا اور پھر حمید کو خود درجن کے چہرے پر ایسے آثار دکھاتی دیتے جیسے وہ اُس آدمی کو پہنچانا ہو۔

اُس نے دو تین آدمیوں کی مد سے اُس کو کار میں ڈالا اور کار فرما لے بھرتی ہوئی آگے بدل گئی۔

حمد کو الیسا خسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اُسٹ گیا ہو۔ سرخیجے اور اٹانگی اور پس۔ لیکن رہتا کیا۔ اُس سے پر سرکت اُسی طرح سر تر ہوئی تھی جیسے کسی بچت کے باقیوں نا داشتگی میں بندوق چل گئی ہو۔ اُس کی سمجھی میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کار کے جمع آہستہ آہستہ صفات ہو رہا تھا۔ پھر ایک دوسری کار کی ہیڈ لائیٹس دکھاتی دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہو اُس کے قریب سے گزرنگی۔ حمید نے انہیں ہونے کے باوجود بھی اُسے پہنچان لیا۔ یہ فریڈی کی کیڈی لاک تھی۔

حیدی نے اٹھیاں کا ساسن لیا۔ شاید فریڈی درجن کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید پتلوں کی جیبوں میں ہاتھ دا اور مہم سڑوں میں سیٹی بھانہ ہوا۔ ایک لگنی سے گزر کر دوسری سڑک پر نیکل آیا۔ وہ سورج رہا تھا کہ چلو جان پھی۔ فریڈی سے کوئی حکم پھورت سا بھجوٹ بول دیا جائے کہ اُسی ٹھنڈل کی کوئی کوئی سے بچاتی ہی تھی جو سرم دڑا خٹکا رہتا۔ اُس نے سورج کا کم کروں نہ کھوڑی سی بیکری پی جاتے کم انکم ذہنی تھکن تو رُزخی ہی ہو رہ جاتے گی۔ کیفے دی کو رسکا سامنے ہی تھا۔ اسے قاتم ہوتے زیادہ دن نہیں گذرے تھے اور حمید اُس کی تعریف بھی سن چکا تھا۔ لیکن ابھی تک دیاں چاتے کااتفاق نہیں ہو رہا تھا۔ اُس نے یہ بھی سننا تھا کہ دیاں کی کا وہ نظر کر ایک بھورت سی لڑکی ہے۔

کیفے میں بہت زیادہ بھیٹ نہیں تھی۔ صرف چند خوش لوش جوڑے لفڑا رہے تھے۔ حمید نے کاٹ نظر کی طرف دیکھا اور بآپھیں کھل گئیں کیونکہ

”شکریہ“ حمید ہونٹ سکوڑ کر اٹھنا ہگوا بولا۔ دبارة ملنے کی جرأت نہ کروں گا۔“

”ارے ارسے بیٹھو، تم آج کل اتنے چڑھے کیوں ہو رہے ہو۔“
”ہر پرنسپیب آدمی چڑھا اپناتا ہے۔“ حمید اٹھنا ہگوا بولا۔ میرا مقدار اس وقت لکھا گیا تھا جب الوں، چوری اور لگھوں کی تقدیر کا مسئلہ درپیش تھا۔

”آخر بات کیا ہے؟“ کنوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔
”پھرشادی ہوتے ہوتے رہ گئی۔“ حمید لگوگیر آواز میں بولا اور کنوں کو ہنسی آگئی۔

”میں سمجھی تھی شاید پھر بادشاہ بنتے بنتے رہ گئے۔“ کنوں نے کہا۔ تھا
”دلتیق بھی بھجے زندگی پھر باد رہے گا۔“
”میں کچھ پینا چاہتا ہوں“ حمید نے کہا۔
”خندناپانی“ کنوں نے مسکرا کر پوچھا۔
”کوئی تیز قسم کی شراب۔“

”شراب؟ یہ تم کب سے پیتے ہے؟“

”میں یہ خسوس کر رہا ہوں کہ اب دیوداس ہی بن کر زندہ رہ سکتا ہوں،“ حمید آہ پھر کر بولا۔
”شاید آج کوئی نہیں ملی۔“ کنوں نے مسکرا کر کہا۔
”کافی سے بھی زیادہ۔“ حمید اپنے پاپ میں تیکا کر بھرتا ہگوا بولا۔ تھیں بہال سے پھٹکی کب ملنی ہے؟“

لے جاؤ سوی دنیا کا خاص بہر لاشوں کی آشنا ملاحظہ فرمائے

وہ کامنڈ کارک جس کی تعریفیں سن پچھا تھا اس کے لیے اجنبی نہیں تھی۔
یہ وہی طریکی کنوں تھی جس سے سرط کر دیا گیا کہ اس کے دروان میں ملانا
ہمتوں تھی۔ حمید بڑی شان سے ٹھہلا ہگوا کامنڈ تک گیا۔ کنوں سر تھکلائے
پکھ لیکر رہی تھی۔

”اتھی مشغولیت۔“ حمید اپنے سے بولا اور کنوں چونک پڑی۔
”اوہ... تم ہو۔“ کنوں ایک سے ساختہ قسم کی مشکرا بیٹ کے ساتھ
بولی۔ اس کے چہرے پورتھی دوڑ گئی تھی اور انہیں چکنے کی تھیں۔
”بڑی بے مرد تخلیقیں۔“ حمید نے ہونٹ سکوڑ لیے۔
”ہوں؛ بتا تی ہوں ابھی۔“ کنوں نے کہا اور ایک دیر طی کر کر آواز دے
کر سرگرمی لائے کو کہا۔

” بتا تو کیا۔ اگر مل نہیں سکتی تھیں تو کم از کم فون ہی پر اپنا پتہ تو
بتا سکتی تھیں۔“
”بلیخو!“ کنوں نے قلم ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ ادھر کیسے نہ
آتے۔

”چل جاؤ!“
”اڑ... میرا مطلب یہ نہیں۔“
”آج کل کافی تھھری ہمتوں ہے۔“
”شاید آج کوئی نہیں ملی۔“ کنوں نے مسکرا کر کہا۔
”لطنت کا ارادہ ہے؟“ تھم مجھے اتنا آواز
کیوں سمجھتی ہوئے؟
”آوارہ نہیں بلکہ عورت خور۔“

”ایں وقت ہیری دیوٹی نہیں تھی لیکن دوسرا لکر ایک گھنٹہ کی چھٹی
لے کر گیا تھا بات تک واپس نہیں آیا؟“

جیہد چند طوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ اُس کا ذہن پھر کچھ دیر کی جاتی
کی طرف منتظر ہو گیا تھا۔ آخر دیری کو کیا جواب دے گا۔ اور اب اپنی وہ حرکت
آئے بھی مضمون معلوم ہو رہی تھی۔ جیہد سوچتا ہا۔ کنوں اُس کے پیڑا
پر افکر کے انتار میکھ کر ہوئی۔

”کیوں؟ کیا بات ہے۔ آج تم بہت مجھے مجھے سے نظر آ رہے ہو؟“
”اوٹ؟“ جیہد حیرک پڑا۔ کوئی خاص بات نہیں؟
پھر اُس نے ایک دیر تکوا اشارے سے مbla کر آہستہ سے کہا۔ وہی کہ
اور سوڈا پیالا پیگ۔“

”کیا واقعی؟“ کنوں چرت سے بولی۔
”مجھے چرت ہے کہ تم ایک سو سائی گرل ہو کر اُس قسم کے سوالات
کرنی پڑو۔“

”کیوں؟“ کنوں تکنک کر بولی۔ ضروری نہیں کہ میں بھی تری چیز دل
کو اپھی سمجھوں۔“

”ختم تک رو۔“ جیہد نے بُرا سامنہ بنایا۔ میں بھی عادی نہیں۔ کبھی کبھی غر
غلط کرنے کے لیے پی لیتا ہوں۔“

”اور فرمیدی صاحب؟“ کنوں نے پوچھا۔
”کیا؟ میرے تو زین کر دیتی ہو۔۔۔ ہمپ۔۔۔“

”کیا تم اس حالت میں گھر پہنچ جاؤ گے؟“
ریگستان کی طرح بخیز
”میں ایسے آدمیوں کی بہت عزت کرتی ہوں۔“

”وہ ہوتے ہی ابھی یہے ہیں کہ ان کی عزت کی جاتے۔“ جیہد بولا۔
ویٹر نے گلاس لا کر رکھ دیا۔

”یہاں کا اونٹر پر نہیں؟“ کنوں نے کہا۔ ”وہی جاؤ۔“

جیہد گلاس لے کر ایک خالی بیز پر چلا آیا۔ وہی نہیں گھونٹوں کے بعد
کپٹیاں گرم پر گیتیں پہنچاں ختم ہونے سے قبل ہی اُس نے ویٹر کو یہاں
کر دوسرا پیگ کا آرڈر دے دیا۔

بہر حال اُس نے تیسرا پیگ زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے گیا اور وہ
اچھل اچھل کر نتنا روں کو پیڑتے کی کوشش کرنے لگا لیکن دوسرا
ہی لمحے میں اُسے سہنی آگئی۔ نشے کی لہر نے اُسے کھاں سے کھاں پہنچا
دیا تھا۔ بجلی کے قلعوں کو ستارے سمجھ سبھنا غیر شاعرات بات تو نہیں
تھی لیکن ہاں میں بیٹھ ہوئے دوسرا لوگ سنبھلے گے تھے اور کنوں
بھی جھوٹا اٹھتی تھی۔ جیہد اپنی جگہ سے اُٹھ کر کا اونٹر پر آیا۔ شراب کی
یمت ادا کر دینے سے بعد آہستہ سے بولا۔

”اچھا۔ مری جان! اب میں جو کرنے جا رہا ہوں۔“

”بڑے فضول آدمی ہو۔“ کنوں ہوتے سکوڑ کر بولی۔

”ہااا... فاضل کی جمع فضول... ہااا...“

”تم جب نشے میں اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتے تو پیتے ہی
کیوں ہوئے؟“

”کیا؟ میرے تو زین کر دیتی ہو۔۔۔ ہمپ۔۔۔“

”کیا تم اس حالت میں گھر پہنچ جاؤ گے؟“

”تمہاری دیر تک دونوں میں تنکار یعنی رہی۔ جیہد کہہ رہا تھا کہ

پسیل جاؤں گا یکمکن کنول ٹیکسی کے لیے مصروفی۔ آخر اس نے دو ڈبڑو
کی مدد سے حمید کو ایک ٹیکسی میں لا دیا۔

”کہاں چلولی ہے درایور نے پوچھا۔

”جہاں... بھی چاہئے“ حمید چھدم کر بولا۔

”سونورست اسٹریٹ“ کنول تے کہا۔

”نامیں... سونورست آتم... ریزرس ایجنس... مجھے نروان کے راستے
پر لے چلو... یالیلیاں... فل کلوریاں۔“

ٹیکسی چل پڑی۔ ٹھنڈی ہواؤ کے جھوٹکوں کے ساتھ لشہر بھی گہرا ہوتا
گیا اور کھڑا ہے اپنی کچھ دیر قبل والی حماقت بھی یاد آتے ہی۔ زخم... پتہ
نہیں کتنا کبرا ہو۔ مکن بنے وہ کوئی شریعت آدمی رہا ہو... اس کی بیوی...
اس کے پتے... پکوں کی نافی... توڑھی نافی... لے چاری... اس پر

زمید کو خود اپنی نانی یاد آگئی۔ اور اس کے پتہ سے ایسی آذان لگی جیسے
زہ بیخ پیچ کر رونے کی خواہش کو دبانتے کی کوشش کر رہا ہو۔

”بھائی درایور!“ اس نے گلکی گی آواز میں کہا۔
”بھی صاحب!“

”بھائی درایور! اللہ صبر کرتے والوں کے ساتھ ہے۔“

”بھی صاحب!“

”بھائی درایور! جچہ چھتم میں لے چلو... میں بڑا گنہگار ہوں!“

درایور کچھ بولا حمید نے اسے پھر لپکارا۔

”بھی صاحب!“

”مختاری کتنی بیویاں ہیں؟“

”پاچ!“ درایور سہنس کر بولا۔
”اور تم ہنسٹے ہو... بائیں... لیعنی خوش ہو... پاچ بیویاں... میرے
ایک بھی نہیں ہے اور میں خوش نہیں ہوں... تم پاچ رکھ کر مجھی خوش ہو۔“
”تو پھر لے چلوں صاحب!“ درایور نے پوچھا۔
”کہاں؟“

”جہاں بیویاں ملتی ہیں... پاچ... دس... پندرہ!“
”پندرہ!“ حمید ریسرٹ لیجے میں چھما۔ پیارے درایور! بلکہ درایور
صاحب بہادر! تم پر فدا کی رحمتیں نازل ہوں۔ مذرو لے چلو۔“
درایور تے ٹیکسی شہر کے چکر کی طرف موڑ دی۔
اور یہ بھی ایک دلچسپ اتفاق تھا کہ ٹکک اُسی وقت فرمیدی کی
کیڈی لاک بھی اُسی بالاخانے کے یونچ پہنچ گئی جہاں حمید لے جایا جا
دیتا تھا۔ فرمیدی خاموشی اور حیرت سے حمید کو درایور کا سہارا لیے ہوئے
اپر جاتے دیکھتا رہا۔

کیا حمید اپنی اتنا ہی ذہین اور کار آمد ہو سکتا ہے؟ وہ سوچتا رہا جیس
ہات کا مسٹر اسٹر اسٹر دو دن بعد ملا تھا۔ کیا حمید تے اسے اپنی جلدی معلوم
کر لیا؟

اس نے سوچا کہ اب اس کا اُپر جانا نقصوں ہے۔ حمید بہتری کام
کی باتیں معلوم کر کے داپس آئے گا۔ لیکن ایک سوال اس کے ذہن
میں پیدا ہوگا... اس نے توڑا سے ایک تدمی کا تھا قرآن کے لیے
کھاتھا اور پھر اس نے اُسی آدمی کو درجن کی تمام گاہ پر زخمی حالت میں
ریکھا تھا۔ فرمیدی چند لمحے اس معاٹے پر غور کرتا رہا۔ پھر سر کی ایک

خیف سی جنگلش کے سانچہ کیڑی اسٹارٹ کر دی۔ وہ دراصل کتنی دتوں سے دیش والے معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا لیکن اُس نے یہ بات حمید پر ظاہر تھیں کی تھی اور پھر اُسی اسٹوڈیو میں رُونما ہونے والے دوسرے حادثے نے تو اُس کی تمام ترجیح اپنی طرف میزدھ کر دی تھی۔

اگر حمید کو دوڑتے برابر ہمی احساس ہو گیا ہوتا کہ فریبی نے اُسے کسی طوائف کے کوئی پڑھتے دیکھ لیا ہے تو اُس کا بارٹ قیل ہو جائے میں کوئی کسرتہ رہ جاتی۔

درائیور نے اُس سے دو گئے دام وصول کیے اور اپنی راہ لی۔ دوسرے ٹھیں چار عدالتی جوان طوائفیں حمید کو گھر سے بڑے تھیں۔ حمید نے اس طرح اپنی پیشافی پر باقاعدہ رکھ لیا جیسے اُسے کچھ بھائی زندہ رہا ہو۔

ایک... دو... تین... چار۔ اُس نے ان چاروں کو گن کر بلند آواز میں ہاتھ لگایا۔ ہاتھ پیارے ڈرائیور صاحب... یہ تو چار ہی ہیں۔

”تشریف رکھتے؟“ ایک بولی۔

”تمہیں رکھتے تشریف و شریف! ... پندرہ... پندرہ...“

”ہاتھیں تم پندرہ نہیں جانتیں... پندرہ... فیصلن!“ یعنی پندرہ عذر۔

”آپ بدلھتے تو۔ اکیلے اکیلے پی آتے۔“ ایک شوخ قسم کی طوائف نے حمید کا باقاعدہ تکڑا کر بھاتے ہوئے کہا۔

”باتھ چھوڑو میرا، حمید منہتا یا، میں براہم بھی آدمی ہوں... تم نامحمد ہو... استغفار اللہ تعالیٰ“

”اور پینیکے؟“ ایک اُس کا سر سہلا کر بولی۔

”اب کیا پتیں گے؟“ دوسری نے کہا۔ ”بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔“

”کیا ہے حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔“ اے ہے کوئی؟ اُس نے شہنشاہوں کی طرح تالی بیجاتی پھر جیب سے پس بخال کر ایک ہزار لوٹ کھیتھا اور اکٹھ کر کہنے لگا۔ ”نہ کاڑ... جنتی دل چاہے منگاتو... جانتی ہو میں کون ہوں... مگر نہیں یہ راتکی بات ہے۔“ ہرگز نہ بتاؤں کا کہاں میں سرچشت حمید ہوں؟“

”نہیں پیارے تم راجہ اندھر ہیں،“ سرسر بخالے والی نے سوکا نوٹ اُس کے پاتھ سے لے لیا۔

”پلا... تم غلط کھیس... میں پہنچو نہیں... برادر ان اسلام ہوں...“

”پاپا... تندہ باد؟“

اگھوں نے بیشکل تمام اُسے کھیچ کھاچ کر بٹھا دیا۔ ورنہ اُس کا دل چاہرہ تھا کہ برادر ان اسلام کو مخاطب کر کے ایک تقریر کر دے لے۔

”کیا اس شہر میں نئے آتے ہوئے؟“ ایک نے حمید سے پوچھا۔ یہ اب بیک پانکل خارجیش رہی تھی۔

حمدیک لخت اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ نش میں بھی اُس کی آواز تچھے جانی پہچانی سی محسوس ہوئی اور پھر جب اُس نے اُس کے خود خال پر غور کیا تو ایک دوسرا چہرہ بیا آیا۔ ششیٰ کا چہرہ۔... لیکن وہ ششیٰ تھیں تھی۔ ویسے اُس کے چہرے میں کوئی پھر ایسی محدود تھی جو اُسے ششیٰ کی یاد دلایا ہی تھی اور آواز تو بالکل ویسی ہی تھی۔

”کیا توچھا محکام تے؟“ حمید نے اُسے چند لمحے غور سے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

”کیا تم اس شہر میں اجنہی ہوئے؟“

"چکھ کھا تو گے؟" ایک نے پوچھا۔
 "اب پوچھتی ہو جب کلیج کی دھیان... اڑیں... پچ... گئیں... پچ۔"
 "چڑھ کتی؟"
 "پتھر نہیں... پچ... پکسی قاضی... پچ... قاضی کو بلاو۔"
 "قاضی؟ بھلا قاضی کو کیوں؟"
 "یہ ترم... پچ... آرول... چارول... کو... نک... پچ... نکاح میں
 لانا...، بھائیوں پوں۔"

چارول نے تقبیحہ لگایا جید ہمی سنتے رکا۔
 "لگانا سنگو گے؟" ایک نے پوچھا۔
 "مزور ستاؤں کا کون سانگو؟... پچ!"
 "بودیل چاہے؟" سر سہلانے والی اس بار اس کے دلوں کاں سہلا
 کر کیوں۔
 جید نے قلت بیٹھ اس طرح چہرے پر جھکالی جیسے گھنٹ
 نکالا ہو۔
 "مارے بخیریا! اس نے لپک کر ہاتھ لگاتی۔" سونیراے کاہے

مارے بخار ما... مارے بخیریا..."

اور پھر اس نے اس قدر بھرت مجاہا کر چاروں تنگ آگیں۔
 اسی درواز میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ایک نے رڑھ
 کر دروازہ کھول دیا اور پھر جید کے دیوتا کو کر کے سامنے فردی ہٹرا
 اُسے تھرا لگوں نظاوں سے ٹھوڑا راتھا۔ پھر تو جید کو اپنی آنکھوں پر یقین
 ہی نہیں آیا۔ لیکن... پھر یقین کرتا ہی پڑا۔

"اجنبی... میں اس شہر کا راجہ ہوں... ہی؛ اسے منگا تو تا۔ نشاد کم
 رہا ہے۔"
 "تھاتی ہے پیارے؟ سر سہلانے والی تے اس بار اس کے گال بھی
 سہلا دیتے... پھر اس نے ایک طوائف کو اشارہ کیا۔ وہ اندر چل گئی۔
 "مجھ سے کہا گی تھا کہ تم پندرہ ہو۔" حید بولا۔
 "ہم میں سے ہر ایک پندرہ ہے۔" سر سہلانے والی تے کہا۔
 حید کچھ دیر تک اس کے چکٹے پر غور کرتا رہا۔ پھر یہک بیک چڑھ اٹھا
 اسے باپ فلسفہ... تم تو فاسق بولئے لیکن... معلوم ہوتا ہے بور کرو گی۔
 اسے بایا۔ میں کوئی ادیب و دبیب نہیں ہوں... اور ہمیاں بحث پر کھڑے
 آیا ہوں۔"

اسنے میں شراب لگتی۔ وہ طوائف شاید اسی لیے اندر گئی تھی۔ واپسی
 پر اس کے ہاتھ میں دیسی شراب کا ایک گلاس تھا۔ جید نے یہ کیا یہ صبری
 سے گلاس پر جھپٹا مارا۔ لیکن ہر ٹنڈوں کے تریب لے جاتے ہی اس کا
 مٹھ بچڑھا گیا۔

"یہ کون سی ہے بھتی؟"
 "دیسکی ہے پیارے؟" سر سہلانے والی نے کہا۔
 "کون سی وہ سکی؟"
 "بلیک دنی، اس نے جواب دیا۔" دیا تھا اس کے مقابلے کی چیز
 جید نے تقبیحہ لگایا۔" مری گلڑیا۔ تم بہت ذہن معلوم ہوئی ہو۔"
 پھر اس نے جلد ہی گلاس خالی کر کے اپنا سینہ پیندا اور جلت مُستا
 شروع کر دیا۔

ایک خط

حیہ را کہیں پھاڑے اُسے دیکھنا رہا۔ فریدی اُن چاروں کی طرف منتظر ہو گیا تھا۔

”بہم خالی نہیں؟“ اُن میں سے ایک نے فریدی سے کہا۔

”خالی نہیں؟“ محمد بڑا ایسا۔ سب حلتوں تک بھروسی ہوئی ہیں۔“

”تم میں سے ششیٰ کی بہن کون ہے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”کیوں؟ آپ کون ہیں؟“ پوچھیں۔

”کیوں... یہاں... کوئی... آپ کے پیچھے رہے ہیں؟“

”ششیٰ کی بہن؟“ محمد نے پانچ لفڑی۔ ”ما... یہ پیشی کی بہن؟“

حمدیہ نے اُس کی طرف اشارہ کیا۔ جستے دیکھ کر اُسے ششیٰ یاد آگئی تھی۔ چاروں چوتھے سے اُسے دیکھنے لگیں۔

”ششیٰ کہاں ہے؟“ فریدی نے اُسے مناطق کیا۔

”میں نہیں جانتی کہ آپ کس کا تذکرہ کر رہے ہیں۔“

”کیا تم میں سے کوئی اُسے بیچان سکتی ہے؟“ فریدی نے جیسے ایک تصویر نکال کر اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”وہ تصویر پر جملہ بڑیں۔“

”ہاں... یہ تو اسی کی بہن ہے؟“ ایک نے کہا۔

”کیا نام ہے تھا؟“ فریدی نے اُسے مناطق کیا۔

”گلبا۔“

”اور اُس کا؟“ فریدی نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

”گلبا۔“

”ششیٰ نہیں؟“

”جی نہیں۔“

”یہ کہاں ہے؟“

”پتھے نہیں۔“

”جو سے تینی؟“ وہ بولی جس نے حمید سے سور و پے کا نوٹ اینٹھا

تھا۔ پہلا کو ایک گاہک سے عشق ہو گیا تھا۔ اُس لیے وہ اُس کے ساتھ چلی کریں... دو ماہ پہلے کی بات پڑے۔“

”اُس گاہک سے واقعت ہو؟“

”نہیں۔“

”تم توجہ اتنی ہی ہو گئی؟“

”جی نہیں۔“

فریدی نے کچھ اور تصویریں نکالیں۔

اُس نے کچھ اور تصویریں دکھائیں لیکن اُن میں سے کوئی کسی کو بھی نہ بیچاں سکی۔

حمدیہ قریب آگیا تھا۔ اُس کے منڈ سے دلیسی شراب کے بلودرا پہنچ کر رہے تھے۔ فریدی نے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ اور وہ توازن

برقرار نہ کر سکتے کی نتا پر دریار سے جاٹکریا۔

چاروں طوائف کا نینھیں لگیں۔

”کی تم دونوں کو کچھ آدمی کہیں سے اخواک راتے تھے؟ فردی میں شیئی کی بہن سے پوچھا۔

”نہیں تو۔“

”یعنی تم دونوں شروع سے یہی پیشہ کرتی رہی ہوئے؟“

”جی ہاں۔“

”مختارے والدین؟“

”مھرتریے جانب۔“ حمید سعہنٹ ایشٹھے والی ہاتھ آٹھا کر لوبی۔ اپ

شاید یہ بھول رہے ہیں کہ ہم کسیاں ہیں۔“

”مطلوب ہے فردی اُسے تیر نظر ویں سے ہم گھوڑتے لگا۔

”والدین صرف شرکیوں میں یا تھے جاتے ہیں؟“ وہ بڑے تنج لیجھ میں لزا

”ہائیں... تم تے پیر قلسق شروع کر دیا۔“ حمید سعہنٹ اس طرح چکا ہوا کھڑا اتھا جلیسے وہ اُسے فردی کی باز پرس سے پچا

لے گی۔

”اس شخص کا حال یہ بتا سکتی ہو جو ششیٰ کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔“

فردی میں پوچھا۔

”خلیلہ۔“ ششیٰ کی بہن اپنے ذہن پر زور دیتے گئی۔ اچھا خاصا۔

”آدمی تھا۔ سنجیدہ... شریف۔ حسین... ما تھا چڑھا۔... ناک لمبی جس کی نوک اوپری ہونٹ رکھکی پہنچی تھی۔ انھیں بڑی اور جیکیں

ہونٹ بہت پتلے اور شرخ تھے۔ ہم ٹری نوکیلی تھی۔“

”آس کے پیشے کے مغلن بھی کچھ نہیں بتا سکتیں؟“

”نہیں۔ وہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ آتا۔ چچ پاٹھا رہتا۔

اور جیسی میں جو کچھ بھی ہوتا تھا کہ فرش پر ڈال جانا تھا۔“

”بڑی رقمیں؟“ فردی میں سوال کیا۔

”جی ہاں۔ دو دھانی سو سے کم کم بھی نہیں ملا۔“

”اور صرف ششیٰ ہی آس پر عاشق ہوئی؟“

”آخر بات کیا ہے؟“ وہی بولی جس نے حمید کے کان سہلاتے تھے۔

”بڑی خاص بات ہوتی تھیں جا سکتی۔“ حمید نے ہانٹ لگاتی۔

”تم خاموش رہو گے یا نئے پھینک دوں۔“ فردی غرایا۔

حمدہ سام کر دریار سے چکا گیا۔

”بات یہ ہے کہ ششیٰ ایک جنم کے سلسلے میں پلیسیں کی نظر ویں ہے۔“

”کہا۔“

”جم جنم۔“ ششیٰ کی بہن کا نت گئی۔ ”کیسا جنم؟“

”یہ نہیں بتا چاہا سکتا۔“ فردی تے کہا۔ کیا تمہارے بیہاں کبھی

ایسے لوگ بھی آتے ہیں جن کا نعلق نکلی دنیا سے ہوئے؟

”کہتے ہی آتے جاتے رہتے ہیں۔“

”اُن میں کوئی خاص آدمی؟“

”اگر کوئی آیا بھی ہو جائز اس نے ہم پر سیہ نہ خاہر کیا ہوگا کہ وہ خاص

ہے یا عام۔“

”ہوں... اچھا... ہو سکنا ہے کہ تھیں کو تو ای طبی کیا جاتے ہیا۔“

اس شہر میں آس دست تک تمہاری موجودگی ضروری یہے جب تک۔

تھی کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کی فرد ہے اور نلم میں کام کرتے کا شوق اُس کی بسا بادی کا بابا عث پتا تھا لیکن تحقیقات کرنے پر یہ بات بھی غلط تھا پتہ ہوئی۔ وہ ایک خاندانی طائفت تھی اور کسری نامعلوم آدمی نے اُس سے اُس کا پیشہ ترک کرایا تھا بہر حال اس کیس میں لشکری کی شخصیت کافی اہمیت رکھتی ہے۔ آخر وہ حادثے کے نوراً بعد ہی غائب کیوں ہو گئی؟

"لیکن یہ بلوں والا عاملِ رمیش نے کہا: "آپ کہتے ہیں کہ وہ نائم بہنیں تھے۔ پھر خود وہ پھٹے کس طرح ہے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک ہی گستاخت کے دران میں پھٹا تھے؟"

"اوہ... یہ افریدی پر خال اندام میں بولا۔" نہایت محول بات یہ تھیں اس میں محنت کا صرف ہوتی ہوگی۔ اور یہ پلان بناتے والا کافی ذین ہوا گا۔ اسے پیانا نہیں ایک اچھی خاصیت شیں فٹ کرنی پڑی ہوگی اور اس کا تعاقب ان سروں سے رہا ہو گا جن کے ذریعے وہ گستاخت بھی ہو گی۔ ان سروں کے امتراءج سے اُس میں حرکت پیدا ہوتی ہوئی ہوگی اور اسی حرکت سے بلوں کے سیفٹی کیچ کہتے جاتے رہتے ہوں گے۔

"میں نہیں سمجھتا" رمیش نے بلے بی سے سر ہلا دیا۔

"چلو بلوں سمجھو،" فردیسی سکار سلکھانا ہو گوا بولا! ایک ٹاپ رائٹر کی شنا لے رکھنے کو تھیں اسے سے کے کاریغت تک کام سلسہ والاشاپ کرنا ہے۔ مجھے اس پر یقین ہے کہ تم کم از کم ایک بار ضرور اس طرح ٹاپ کر دے اور میں یہ بھی جاننا ہوں کہ تم اس کے علاوہ کچھ اور بھی ٹاپ کر دے گے میں نے اس ٹاپ رائٹر میں ایک بار کہ دیا اور اُس کے اندر رکھنے کی شخصیت پر اسرا رہے۔ اُس نے اپنے تعلق یہ بات شہر کر رکھتی

... ہے... انسکر فردیسی... انسکر خریدی... انسکر ندیڈی... انس..."

گھر پہنچ کر فردیسی نے اسے ٹھوڑی سی سزا دیتی چاہی لیکن پھر کچھ سوچ کر دک گیا...

دوسرے دن صبح حیدر شرمنگی کی وجہ سے اُس کے سامنے نہیں آیا۔

پھرلی رات کے دھنڈے واقعات اب بھی اُس کے ذہن میں تھے۔ اُسے یاد تھا کہ فردیسی نے اُسے لوٹ ہھسوٹ کر تقریباً ٹھوڑھا رکی ماریت کی چیزیں طھا اتفاقوں کے حوالے کر دی تھیں۔ پرس، انکھیں یاں جن میں قیمتی پتھر تھے گھری اور راتی کا بن... اُسے سب کچھ یاد تھا لیکن اُس میں اتنی بہتیں تھیں کہ فردیسی سے اُنھیں چار کرنے اور خدا اُس کا ضمیر سے ملامت کر دیا تھا۔

وہ اس وقت تک ناشتے کی میز پر نہیں گیا جب تک کہ فردیسی نے

بلکہ انہیں بھیجا۔

آج ناشتے کی میز پر فردیسی کا دوسرا استھنٹ رمیش بھی موجود تھا۔ نہ جانے کیوں حیدر کو اُس کی موجودگی پر بھی طرح کھل گئی لیکن وہ بولا تھیں، اگر کوئی دوسرا موقع پڑتا تو وہ اُسے تنگ کر دیا۔

"تو پھر تھمار اکیا خیال ہے، فردیسی رمیش سے کہہ رہا تھا۔" کل رات میں نے دو رجن کی تیام کاہ بھی دیکھ لی اور ہمہ اندام کاہ لکھا کہ ہمارے پاس فی الحال اُس کے خلاف کوئی بتوت نہیں۔ ہو رکھنا ہے کہ اُس کا ہائق کلاویتی کے انگار میں ہو۔ لیکن ابھی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کلاویتی کا اغوا بھی میوزک ڈائرکٹر ہی واکے کیس سے تعلق رکھتا ہے۔ البتہ حق کی شخصیت پر اسرا رہے۔ اُس نے اپنے تعلق یہ بات شہر کر رکھتی

کرو تو اس کا سیفی کچھ ہٹ جاتے تھم نے ٹاپ کرنا شروع کر دیا۔ جب تک اے سے ایتھر تک سلسلہ وار نہیں کیا پہنچ رہے۔ لیکن جیسے ہی تھم اس ترتیب پر آئے سیفی کچھ ہٹ گیا اور ٹانپ رائٹر سمیت بھارتے چھٹپڑا آگئے؟

”سبھی گیا۔ اور... یہ بات کتنی واضح تھی“، رمیش اپنا جوش دیتا ہوا بولتا۔ ”ایسے موقع پر ما تم ہم کا استعمال لا جھتی ہے کیونکہ وہ وقت کا پانڈہ ہوتا ہے۔ ایک شخصی وقت پر اس کا پھٹانا لازمی ہے۔“

اسی گفتگو کے دوران میں فریدی کو اس طرح نظر انداز کے رہا جیسے وہ دیاں موجود ہی نہ ہو۔ حمید نے بھی مصلحتی خاموشی اختیار کر دی تھی ”جمجم کا مقصد ابھی پروردہ راز ہی میں ہے۔“ فریدی ہکھڑی دیر بیداروا۔ ”اوہ جنم کی شخصیت... ہوسکتا ہے کہ وہ بھی سامنے آ جلتے۔ لیکن شکی کا محاملہ صاف پہنچنے ناممکن ہے۔ بیشکے کے گلاسوس کے وہ نکٹے جو کلاویو کے کھر پر ہٹے تھے۔ ان میں سے کچھ پر صرف کلاویو کی اٹھکیوں کے نشانات مل سکے ہیں۔“

رمیش کچھ کہنے، ہی والا تھا کہ ایک توکر ایک ملا تھا کی کارڈ لایا۔ فریدی نے کارڈ کر دیکھا اور اس کی دونوں سینوں مل گئیں۔

”ڈائریکٹ مسعود۔“ وہ آہستہ سے بلڈیا۔ ”آسے ڈرائیئنگ ٹووم میں بٹھاؤ۔“

لوك چلا گی۔ پھر ناشتے کے اختتام تک فریدی خاموش ہی رہنا شدہ ختم کرنے کے بعد وہ آٹھ کر ڈرائیئنگ ٹووم کی طرف چلا گیا۔ ”کیوں آستاد؟“ سرجنت رمیش نے حمید کو مخالجہ کیا۔ آج بہت

چچ چچ سے ہوڑا۔

”بزرگوں کا قول ہے کہ ایک خاموشی ہزار بیلائیں ٹالتی ہے۔“ حمید بولا۔ ”اے سے اسی کیس میں رہ گئے۔ کتنا ہی فلم ایکٹریوں سے گھٹ جوڑ ہو سکتا ہے۔“

”مجھ سے بڑی بڑی باتیں مت کیا کرو۔“ حمید نے کسی اللہ والے کا پوز بنایا۔

”اخاہ... یہ کب سے حمید صاحب؟“ رمیش طنزیہ لیجے میں بولا۔

”بھیجا ماتھا۔“

”علوم ہوتا ہے کہیں پتے ہو۔“

”چاکے داتی پھر دردوں کا مختار سر پر۔“ حمید بھتنا کر کھڑا ہو گیا۔

”ہوش میں ہوتا ہے۔“ رمیش کو بھی تا و آ کیا۔ حمید ٹالا گیا۔ دل تھاں تھاکہ اک الجھ پڑے لیکن پھر کچھ سورج کر رہ گیا۔ دونوں پندرہ بیس منٹ تک خاموش میٹھے رہے۔ پھر فریدی واپس آگئا۔

”لو بھی رمیش ایک اور نئی بات۔“ فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ ”مسعود ایک نیا مشوشنہ پھر دیکھا ہے۔ یہ رہا وہ خط جو آسے کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے موصول ہٹا ہے۔“

آسے کا غذہ کا ایک ٹکڑا امیز پر رکھ دیا جس پر انگریزی ٹانپ میں تحریر تھا۔

”مسعود! اس نکل کی شوٹنگ فوراً بند کرو کہاں؟“ اسکریں پلے اور ڈائیالگ سب کچھ پھاڑ کر چینک دو۔ ورنہ تم سب کا دہی حشر ہو گا۔

جو میش اور آس کے استھنٹ کا ہڈا تم میں سے کوئی کلا و فنی کی طرح غائب ہو گا اور کوئی سرِ عام مارا جائے گا۔ اسے پہلی اور آخری دارثیں سمجھو۔“ ریش خط پڑھ چکنے کے بعد سوالیہ انداز میں فردی کی طرف دیکھنے لگا۔ فردی کے ماتھ پر ساٹیں اُبھری ہوئی تھیں۔



کارگزاری

مطلع ایسہ الود تھا جنکی بڑھ گئی تھی۔ رات کو آٹھ ہی بجے تھے لیکن شہر کی بعض سڑکیں دیران ہو چکی تھیں۔ سرحدیہ المدرسہ کا کارکوٹ کیے۔ قلٹ ہیٹ کا گوشہ چرپے پر چھکاتے تیری سے راستہ کر رہا تھا۔ بیٹن روڈ پر پہنچ کر وہ ایک تاریک عمارت کے سامنے نکل گیا۔ چند لمحے پر جس ورکت دیوار سے کھڑا رہا۔ پھر المدرسہ کی جیب سے لکڑا کی کی ایک تختی نکالی جیس پر تحریر تھا۔ کرتے کے لئے خالی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اس جگہ پہنچا جہاں کسی کے نام کی تختی تھی ہوئی تھی اور پھر چینچڑھوں کی جدوجہد کے بعد اس نے نام کی تختی کی جگہ اپنے ساتھ لاتی ہوئی تختی لکا دی۔

بیٹن روڈ شہر کی آن رٹکوں میں سے ہے جن پر زیادہ آمد و رفت نہیں رہتا۔ ایک طرف چند عمارتیں ہیں اور دوسرا طرف پولوگراونڈ ہے۔ پولوگراونڈ کے آگے دیپی علاقے شروع ہو جاتے ہیں۔

سرجنٹ حیدت اس وقت پولوگراونڈ ہی والے حصے کی ایک عمارت کے سامنے یہ عجیب و غریب حرکت کی تھی۔ اس کام سے نارخ ہو جانے کے بعد وہ چند لمحے ساکت نہ سامت کھوارا ہے۔ ایسا عالم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سنتے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔ اس کے جانے کے دس پندرہ متھ بعد تاریکی میں دوسرا تے اور دکھاتی دینے ہوئے آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر جہاں حیدت نے تختی رکھا تھی وہ رک گئے۔ انہوں نے بھی پہلے گوٹ پہن رکھتے تھے اور ان کے ندک بندیٹ ان کے چہرے پر چھکے بھرتے تھے۔

ایں میں سے ایک نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں روشنی کا نھاسا دائرہ حیدت کی رکھتی ہوئی تختی پر پڑ رہا تھا۔

"جیب ادمی ہو۔" پہلا دوسرے کی طرف بھینچھلا کر مڑا۔

"لیکن" دوسرا دیکھا۔ "آج دوپہر کو تو یہاں ڈاکٹر جیبر الد کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی؟"

"عمارت بھی تاریک ہے۔" پہلا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ تھیں یقین ہے کہ وہ تھاری نظروں کا دھوکا نہیں تھا۔

"اب میں کیا عرض کروں۔ مزدور کچھ گڑا بڑا ہے۔" دوسرے کی آواز پیکار ہی تھی۔

"خیر! دیکھتا ہوں۔" پہلے نے آگے بڑھ کر سلاخوں دار پھاٹک کوئے

کی کوشش کی جوانمرست بند تھا۔

”تم تمہیک کہتے ہو۔“ وہ دوسرے کی طرف مارکر پولا۔

پھر وہ دونوں پھانک پر چڑھ کر دوسری طرف آتی ہو گئے نظرتے۔

پائیں باغ میں سماں تھا۔ پوری ٹیکا اور برآمدے میں بھی ستائے اور

تاریکی ہی کاراچ تھا۔

”اندر کوئی ہے؟“ پہلے نے دوسرے سے سرگوشی کی۔ ”میہاں اس کھانکی

سے دیکھو۔ وہ روشنی کی پتی سی لکیر شاید وہ کسی دروازے کی بھری ہے؟“

برآمدے میں مین دروازے تھے۔ باری باری سے ان پر زور آنے کی

کی گئی لیکن وہ اندر سے بند تھے۔

”چلو۔“ پہلا پولا۔ ”دوسری طرف سے دیکھیں؟“

برآمدے سے پوری ٹیکا میں آتے ہوئے ایک لڑکہ آیا۔ اس سے پہلے

کہ دوسرے ہمارا دیتا وہ ایک گلے سمیت نیچے جا رہا۔ ستائے میں آواز گور

تک پھیلی۔ پھر وہ ابھی اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کسی نے عمارت کا دروازہ

کھول کر برآمدے کی بجلی جلا دی۔

فریدی آنے والے کو گھوڑہ رہا تھا اور سرجنت ریش اپنے پڑے چھا

رہا تھا۔

”کیا مطلب؟“ برآمدے میں کھڑا ہوا آدمی بڑا بڑا۔ آپ لوگ کون میں؟

”پوتیں۔“ فریدی کی آواز میں غرائب تھی۔

”لیکن... اس طرح... میں نہیں سمجھا۔“

”میں بھی کچھ سمجھتا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ایک ایسی عمارت پر جو

خالی نہ ہو۔ خالی کا بولڑ لگانے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے؟“

”میں پھر نہیں سمجھا۔ یہ داکٹر جیر الدل کا بیٹگل ہے؟“

”میرے ساتھ آئیے۔“ فریدی بولا۔

”کیوں؟“

”میں آپ کو دکھاؤں؟“ فریدی نے ہمالک کی طرف اشارہ کر کے کیا۔

فریدی اس آدمی کو واپس ساتھ مجاہلک تک لا ادا پھر جیسے ہی اس نے مارچ کی روشنی نیم پیٹھی پر ڈالی تو اسی مارچ کی روشنی خاتمہ ہو گئے۔ ”کوئی نہ“ کرائے کے لیے خالی ہے۔ والی تھنکی غائب ہوئی اور اس کی جگہ داکٹر جیر الدل کی نیم پیٹھ شکر ہی تھی۔

”جھٹے شبہ ہے۔“ اس آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم لوگ کون ہو؟“

فریدی نے اپنا ذہنیگ کارڈ جیسے نکال کر اس کی طرف پڑھا دیا۔

”اوہ... لیکن میں... نہیں سمجھ سکتا۔“ وہ مارچ کی روشنی میں ذہنیگ کارڈ پڑھ کر بڑا بڑا یا۔

”میرے پاس میہاں کی ملاشی کا دراثت ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”تلشی... لیعنی... آخر کیوں۔ مٹھر تھے۔ میں داکٹر صاحب کو جگا دو۔ وہ بیمار ہیں۔“

وہ آدمی تیرتیز قدم بڑھا ہوا پاپیں باغ طے کرنے لگا۔ فریدی اور ریش بھی اس کے کچھ تھے۔

فریدی ریش سے آہستہ آہستہ کہنا جا رہا تھا۔ ”تم بہت بے نیک“

گرے۔ سب چوپٹ ہو گیا۔

”ترشیت رکھتے۔“ اس آدمی نے ایک بڑے کمرے میں روشنی کرتے

ہوتے کہا۔ میں ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔ جگنا پڑے گا۔

وہ آن دونوں کو پھوپھو کر چلا گیا۔

سرجنت حمید بیک کی لپشت پر وہ کہا ہوا تھا۔ تجھے ایک گہرا تالا تمہاس میں پانی نہیں تھا اور نالے کے دوسروں کے سارے پر چھپی جھاڑیوں کا سلسلہ تھا جو دور تک پھیلا ہوا تھا۔ جانے کیوں حمید کو رہ رہ کر ایسا منسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور پیش آئے گا۔ غیتوں والا لطفی بھی کامیاب رہا تھا۔ اس تے دیوار کی اورٹ سے فردی ہی کی بوکھاٹ دکھنی تھی اور دل ہی دل میں سے ساختہ منس پڑا تھا۔ اگر کہیں وہ ہنسی ہاؤٹوں پر آجائی تو سارا ہکیل ہی بگٹا گیا ہوتا۔

یہ دراصل فردی کی خلاف ایک انتقامی کارروائی تھی۔ اس دور میں فردی تے آسے لیفت دینی پھوڑ دی تھی۔ اس کی جگر میش کا دور دورہ تھا۔ وہ اس سے کہی کام کے سلسلے میں مشعرہ لینتا اور نہ کسی کام کے لیے کہتا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس میزون ٹھاکر کڑوالے کیس کے جو کاغذات تھے وہ بھی اس نے لے لیے تھے۔

حمد کو یہ ساری باتیں بہت گرانگزد رہی تھیں لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ اور پھر اس نے تحریر کر لیا کہ فردی کو کوئی کام ڈھنگ سن کرنے کا موقع ہی نہ دے گا۔ اور نہیں تھی جماعت بنانے کے مقنعنی تو وہ کتنے دنوں سے سوچ رہا تھا۔

آج شام کو رہیں نے فردی کو اطلاع دی تھی کہ اس نے بیٹاں روڑ کے ایک بیکل میں ایک ایسی عورت کو دیکھا ہے جو شبانی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ بیکل بات کو

خوب نا ریک ہی رہا کرتا ہے۔ لیکن دن کو اس میں آدمی دکھانی دیتے ہیں۔ حمید دوسرے کرتے سے آن کی گفتگو شروع رہا تھا۔

لبس پھر اس نے بھی اپنی شرارت کی ایک مرتب کر لی۔ کچھ پتہ نہیں فردی گھر میں اس کی موجودگی سے واقع تھا یا نہیں۔ بہر حال بھول کر بھی وہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ حمید اس سے بھی شرعاً جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حمد کو یہ بھی معلوم تھا کہ فردی یا تو تھا آتے گا یا صرف دیش اس کے ساتھ ہو گا۔ ایسے معاملات میں وہ پہلے بذات خود اچھی طرح چھان بیٹھ کر بتاتا تھا۔ پھر اسے مقامی پر اس کے علم میں لا تھا تھا۔ شغلی والی بات پھر تو شفیقی مدنی تھی اس لیے اس نے آج بھی اپنا اطمینان کیے لیزیر پر اس کو مطلع کرنا مانتا سب نہ سمجھا۔

حمد بیک کی عقبی دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ دھنٹا اسے کچھ دود پر دیوار کے پیچے ہی ہلکی سی روشنی دکھانی دی اور ایسا معلوم ہوا تھا جسے دو ساتے دیوار سے نکل کر نالے میں آترے گئے ہوں اور اس کی مشاقی انکھوں سے اندر پھرے میں بھی یہ بات پر شیدہ نہ رہ سکی کہ آن میں سے ایک لیقینا عورت تھی۔

حمد کے کافیوں میں بیٹاں سی بچتے تھیں۔ تو کہا اقqui رہیں کی اطلاع درست تھی، حمید سینے کے بل رینگا پہونا لے میں آڑ گیا۔ پھر اس نے دکھا دہ دلوں بھی یا کلکل اسی طرح زمین پر ریکھتے ہو گئے نالے کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہے ہیں۔

حمد اُن سے پہلے ہی دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ پھر وہ آہستہ

آہستہ اُس مقام کی طرف بینگنا رہا جہاں آن دونوں کے پیچے کی تونق
تھی اور شاید ایک بھی منتظر کے وقته میں وہ آن کے قریب کی جھاتیں
میں پھپھا بیٹھا آن کی گفتگو سن رہا تھا۔

پھر بھلا یہ کیسے پڑ سنا تھا کہ حمید اُس عورت کی آواز بیچان لیتا جس
کے چکر میں عرصہ تک رہ چکا تھا۔ وہ نیشنیاں تھی، می تھی۔ لیکن مرد کی آواز
حید کے لیے تھی تھی۔

”تمہریں ٹھہر وہ“ مرد اُس سے کہہ رہا تھا۔ میں ذرا اُس پاس دیکھ لوں۔
ممکن ہے کہ انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہے؟“

”جیچہ در لگ رہا ہے۔“ شلی بولی۔
”بس یہیں چب چاپ کھڑا رہو۔ جھاڑیاں تھارے تدر سے کافی اپنی
بیں، ڈر و نہیں... کوئی یات نہیں۔“

حید کا ذہن ریڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اُس آدمی کے جائے کے بعد
بھی وہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اچانک آگے بڑھ کر

اُس نے اپنا یاتھ سلسلی کے منڈ پر رکھ دیا۔ وہ تڑپی لیکن گرفت مفہوم تھی۔
”چپ۔ پوس!“ حید نے اس انداز میں سرگوشی کی کہ اُس کی آواز
پہچانی رہ جائے۔

دوسرے لمبے میں وہ اُسے کمر پلا دے اُس طرف بھاگ رہا تھا جہاں
اُس نے کار کھڑی کی تھی۔

”تو مجھے چلنے دنا۔“ شلی آہستہ سے بولی۔

”پر کافی جاؤ گی خطرہ پے چب!“
پھر بشی بے حس و حرکت ہو گئی۔

کار کی بچھلی سیٹ پر آئے ڈال کر حید نے اُس کا گالا گھومنٹا شروع کر
دیا۔ بیالا ہاتھ اُس کے منڈ پر تھا بشی جو ابھی تک شاید اُسے اپنے ہی
آدمیوں میں سے سمجھتی تھی تھی برمی طرح مچنے لگی تھی۔ لیکن اُسے ہوش
ہی بوجانا پڑا۔ لگی تھی تو تھی ایک ایسے جتنی کے ہاتھ جس پر شرارہ اور
حافت کا چھوت سوار تھا۔

حید نے کھل کیوں کے رو دے کھینچ دیتے اور اُسے لے بھاگا۔

کار شہر میں پہنچ کر کیفے کا سینٹوں کی طرف جاں ہی تھی۔ وہیں جہاں کتوں
کا ونڈر کلر تھی۔ حید سوچ رہا تھا کہ اگر کنوں وہاں موجود ہے تو کیا ہوگا۔
اُسے یہ بھی یاد ہیں، آرٹھا کا اُس نے اُس رات کو کتوں سے اُس کا
پتہ بھی پوچھا تھا یا نہیں... یہ بھی ضروری نہیں کہ کیفے کا کوئی اُدی اُس
کی جائے رہا تھی دا قفت ہا۔

حید کی الہمنی بڑھنے لگی۔ فی الحال اُس کی دلنشت میں کتوں ہی بھی
تھی جو اُسے کھوڑی بہت مدد دے سکتی تھی۔

کیفے کا سینٹوں پہنچ کر وہی ہو گا جس کا ڈر تھا کنوں موجود نہیں تھی۔
لیکن اسے بھی حید کی خوش سستی ہی کہتا چاہیے کہ دوسرے کا ونڈر کلر
کنوں کی جائے رہا تھی سے واثق تھا۔

اُس وقت تھا جانے کیوں حید کی نظر ہربات کے تاریک ہی پہلو
پر تھی۔ اب وہ سوچنے لگا تھا کہ اگر کنوں گھر پر بھی تھے میں تو کیا ہوگا۔ ہو
سکتا ہے کہ وہ کہیں اور جی کی ہو۔

پتہ سیدھا سادہ تھا۔ لہذا حید کو کنوں کا کوارٹر ڈھونڈ لئے میں
کوئی دشواری نہ ہوئی۔ کنوں گھر پر موجود تھی۔ حید کے ساتھ ایک

خوبصورت اور بے برش عورت کو دیکھ کر پیٹے تو وہ میری سمجھی کہ شاید وہ ایں
وقت سمجھی پیٹے ہوئے ہے
”سچتے چناب محب صاحب“ وہ کھڑے ہجھ میں بولی ”نیما گھر عیشی شی
کا ادا نہیں بن سکتا۔“
”تم غلط سمجھیں“ حمید بوجھا کر لولا۔ یہ ایک بہت ضروری عورت ہے۔
”یہں جاتی ہوں کہ خوبصورت خورقین ہر حال میں ضروری ہوئی ہیں
”میں ابھی سب کچھ نرم کو سمجھا دوں گا“ حمید نے کہا اور بے برش شی
کو کارست نکال کر کواڑمیں پہنچا دیا۔

”عجیب آدمی ہو۔ پاس پڑوس والے کیا کہیں گے؟“
”آن سے کہہ دینا کہ میرا بہمنی میری بہن کو بغرض علاج بیہاں لایا
پہنچ۔ حمید نے لایروائی سے کہا۔
”کیا نیچتے ہو؟“ کنول جھنپھا لامگی۔
”چلہ بیٹھو۔ تھیں تو گردن مرد رہ دوں گا“ حمید نے اسے ایک آرام کرنی
میں دھکیل دیا۔

کنول جرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
”خواہ مخواہ۔ شبہات میں مبتلا ہو۔“ حمید اپنے پاس میں قمبا کو بھرتا
پہنچا بوللا۔ یہ ایک ایسا اورت ہے جس کی نلاش میں پورے شہر کی پیس
سرگردان ہے۔
”کون؟“
”شیلی۔ تم نے فلم آرٹ اسٹوڈیو کے حادثات سے متخلص سنا ہی گا۔“
”اوہ... تو یہ وہی عورت ہے۔ میوزک ڈائرکٹر کی داشتہ ہے۔“

”بخار چلو۔ سمجھ تو گئیں“ حمید نے پاپ سنالا کر کہا۔

”یہاں اسے یہاں کیوں لاتے ہو؟“

”کچھ ایسی، ہی بات ہے۔ اگر میری مدد کرنے کا وعدہ کرو تو پوری
داستان دیہ رانی جا سکتی ہے۔“

”میں وعدہ نہیں کر سکتی۔ تم سے خوف محسوس ہوتا ہے۔“

”اوہ۔ یہ کنول پول رہی ہے۔“ حمید پر اسامت بنانا کر لولا۔ وہ کنول
جس تے سڑکیوں کا راستہ کاٹا تھا۔“

”شایدیں اس وقت مکھن کے سمندر میں غوطے لگا رہی ہوں۔“
کنول نے بڑی سخیگی سے کہا۔

حمدید کچھ دیتے خانوش رہا پھر لولا۔

”میں فریدی سے طکڑا کیا ہوں۔ اور ان حضرت کو سبق دیتے لیتھ
شمائلوں کا۔“

پھر اس نے پوری داستان دیہ رانی کنول ہفتھی رہی۔

”میں کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ آخر کو اس نے کہا۔

”بچھے جانتی ہو۔ میں کون ہوں؟“ حمید جھنپھن تنان کر لولا۔

”ہاں... ہاں... ایک ایسا آدمی جو تین پیگ وہیںکی میں الٰہ ہو جانا
ہے۔“

”بخار دیکھا جائے گا۔ حمید اٹھنا ہوا لولا۔ پھر اس نے بے ہوش شیلی
کو اٹھانے کی کوشش کی۔

”ٹھہو۔ یہ ایسے نہیں جا سکتی میں فریدی صاحب کو فون کر لیں گا۔“

”مارڈا دوں گا۔“ حمید دانت پیس کر لولا۔ کنول نے ایک کھنکنا ہوا

ساقہ قبضہ لگایا۔

"میں تھیں اوس سمجھتی ہوں۔" کنوں بولی۔ آخر کرتا کیا چاہتے ہو جواہ تھا۔ ایک کیس بیٹھا کر رکھ دیا۔ اگر فریدی صاحب اسے اس مکان سے برآمد کرتے تو کسی اور غفاریاں بھی عمل میں آسکتی تھیں۔"

"میں فریدی صاحب کو تنگ کر ڈالوں گا۔" حمید نے کہا اور اپنے ہونٹ پھینک لی۔

شلی میں ہوش کے آثار پاتے جانے لگے تھے۔ اُس کی پلکیں کپکیاں رہی تھیں۔ پچھے ہونٹ میں خفیہ سی جنبش تھی۔

"سنو" حمید نے سرگوشی کی۔ "یہ ہوش میں آر جی ہے۔ تم یہیں بیٹھو۔ میں کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں پچھپ کر رُد عمل کا مشاہدہ کروں گا تم بالکل خاموش رہتا۔۔۔" اس کی سماں بات کا جواب نہ دینا۔ مجھیں۔"

کنوں نے شلی کے چہرے پر نظریں جاتے ہوئے سر ہلا دیا۔

ایک پاگل ایک لاش

فریدی اور رہیش، ڈاکٹر جیرالڈ کی خواب گاہ میں بیٹھے رہتے بھوری دیر بعد وہ آدمی واپس آگیا۔

"چلیئے۔ ڈاکٹر صاحب یاد فرمائہ ہے ہیں۔ وہ بے چارے اٹھ ہیں ہیں

سکتے۔ اس وقت بھی ایک سوتین بخار ہے۔"

فریدی اور رہیش اُس کے ساتھ یہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آتے یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ سامنے ایک پلکنگ بخا جس پر ایک آدمی سرست پرستک چادر تانے لڑا تھا۔ ان کی آہٹ پر اُس نے مٹھے کھول دیا۔ وہ آسٹ کوئی بھلکی پھیجتے تھے لیکن اگر اُس کا نام جیرالڈ بخا تو وہ ایک دیسی عبیانی سے نیا اور بھیجتے ہیں ہو سکتا تھا۔ جبکہ پسلہ، رنگت گندی، شنیدہ طھا ہو جس میں زیادہ تر سفید ہی بال تھے۔ اُنھوں سے نظاہت ظاہر ہو رہی تھی۔

"بچھ جرأت ہے جناب۔" وہ دبی سی آواز میں بولا۔ "میں سالہ اسال سے باعثت نندی گزار رہا ہوں۔ اور پھر بچھ جرأت ہے کہ آپ ایک ہستیاں کی تلاشی لیتے آتے ہیں۔"

"ہب پتال پر فریدی نے دھرا یا۔"

"جی ہاں! میں پندرہ سال سے یہاں پر کیش کر رہا ہوں۔ لوگ مجھے ذہتی امراض کا۔۔۔ میکسلسٹ سمجھتے ہیں۔ دو تین کمرے میں تے ایسے ملیغیوں کے پیٹھے خصوص کر رکھتے ہیں جو باقاعدہ طور پر یہاں قیام کر کے اپنا علاج کراسکیں۔"

"لیکن آپ نے یہاں کوئی ایسا بودھیں لگایا ہے؟ فریدی نے کہا۔

"مزدورت نہیں تھیں پر کیش شہر میں کرتا ہوں۔ بورڈ اس لیے نہیں لگایا کہ ہر کس دن اک یہاں قیام کر تھیں سئاں بکیوں کی میرا طریقہ علاج بہت ہونگا۔ پڑتا ہے صرف ایک خصوص طبقہ، ہی انتہی مصارف برداشت کر سکتا ہے۔"

"آج کل آپ کے یہاں کتنے مریض ہیں؟"

"صرف ایک... ایک عورت جس پر سہیڑا کے دو رے پڑتے ہیں" فریدی چند لمحے کچھ موقتاً رہا پھر اس تے ششیٰ اور کالاوی کی انصادِ رجیب سے نکالیں۔

"ان میں سے کوئی؟" اس نے تھدیریں ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس دوران میں ان میں سے کوئی آپ کی مراثیہ نہیں رہی؟" تصویریوں پر نظر پڑتے ہی کامڑ جنگپڑا اور اب وہ آٹھ کریٹیگا تھا پھر اس نے کنکھیوں سے فریدی کی طرف دیکھا جو اسے بخوبی دکھرا تھا۔ "جی... ہاں... بھی تو یہ سے۔ اس پر سہیڑا کے دو رے پڑتے ہیں۔" اس نے خلیٰ کی تصویری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بیہم ہاں کہب سے ہے؟" "تقریباً ایک لمحہ تھے۔" "کس نے داخل کرایا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔ "اس کے شویر نے۔ وہ بھی اُسی کے ساتھ مقیم ہے۔" "یہیں؟" "ڈاکٹر تے کہا۔ پھر اس آدمی کی طرف دیکھ کر بولا جو فریدی کو یہاں تک لایا تھا۔ غالباً وہ دلوں سورہ ہے ہوں گے"۔

"پتہ نہیں... ویسے میں نے آٹھ بھی بیجے اس کمرے کی روشنی میں کردا تھی۔" اس نے حباب دیا۔

"بھی اس کمرے تک تے چلیے۔" فریدی اٹھنا ہو گا۔ "آخر بات کیا ہے؟" ڈاکٹر تے پریشان بیجے میں پوچھا۔ "پولیس کو اس عورت کی حضورت ہے۔" فریدی نے آہستہ کہا۔

"جادو! کمرو دکھا دو۔" ڈاکٹر نے اس آدمی سے کہا۔

"وہ تینوں ایک راہداری سے لگنڈر ایک کمرے کے قریب پہنچ جس کا دروازہ بند تھا اور کوئی بھی میں روشنی نہیں تھی۔"

"سآگر صاحب؟" پھر اسی نے دروازے پر دستک دی۔

متواتر لکتی بار دستک دینے کے باوجود بھی اندر سے کوئی آفاز نہ آئی۔ فریدی آگے بڑھا۔ اس نے ہینڈل گھٹا کر دروازے کو دھکا دیا۔ شاید وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔

"سآگر صاحب؟" پھر اسی نے پھر آواز دی۔ تکڑ جواب نہ اڑا۔ فریدی نے کلاری روشن کی۔ کمرہ خالی تھا۔ دیپنگ تھے جن پر بستر لگھ ہوتے تھے۔ ایک بستر تھکن آؤ دکھا۔ لیکن دوسرا سر پر شاید کوئی بیٹھا بھی نہیں تھا۔ پھر اسی حرث سے کبھی فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور بھی بستری کی طرف۔

"آپ کو لقین پڑ کر وہ اس کمرے میں تھے؟" فریدی نے توچھا۔

"جو ہاں جناب! میں نے خود ہی اُبھیں بھلی۔ بھجادیتے کی تائید کی تھی۔"

"کیا وہ اسی وقت مکان کے کسی دوسرے حصے میں بھی ہو سکتے ہیں؟"

"کیا بتاؤں؟" وہ پریشان بیجے میں بولا۔ "امم تو بھی تو قعر رکھتے ہیں کہ

ملغیں اپنے کرکوں میں ہوں گے؟"

"میں... پورا مکان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"آیتے۔ بحیب بات ہے... حرث انگریز۔" پھر اسی ضغط باتہ انداز میں بڑھا رہا تھا۔

پوری عمارت پرستاٹ طاری تھا۔ بہراہی جدھر سے گذرتا بجلی کا بیل
روشن کر دیتا۔ وہ ایک ایک گوشہ دیکھتے پھر رہتے تھے۔ مکان کے آخری
بیسے پر پہنچ کر ہمزاںی کے منہ سے ایک تیز زدہ سی آواز نکلی۔
”یہ دروازہ...“ وہ ایک کھلتے ہوتے دروازے کی طرف اشارہ کر کے
بولा۔ شاید اسی طرف سے نکل گئے۔“

فریدی نے باہر نظر دوڑا۔ اندر ہرے میں لگنی جھاڑیوں کے سلسلے کے
علاوہ اور پچھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ کافی دیر تک آن جھاڑیوں میں پھک
مارتے رہے لیکن کچھ بھی نکھرنا آیا۔

البتہ یہ بات فریدی کی کچھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اگر وہ ایک ہی آدمی
تحالہ اُس نے سیک وفت دو کام کیسے کیے۔ ظاہر ہے کہ نام کی ختنی ہٹا
کر ”خالی ہے۔“ کابوڑ لگانے اور پھر انہیں دوبارہ بدلتے میں کچھ تجھ و قت
ضرور صرف ہمودا کیا جنم پہلے ہی سے آن کی آمد سے باختر نوکیا تھا۔
ڈاکٹر کے کمرے میں واپس ہکر فریدی کی کچھ اور معلومات بھم پہنچاتے
کی کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ مریضہ کے شہر نے کچھ تھا
کہ وہ اُس کی شہرت سن کر سعید آباد سے میاں آیا تھا۔ پھر فریدی نے
اُس آدمی کا حلیہ پوچھا۔ ڈاکٹر کے بیان کرنے پر وہ اس کے علاوہ اور
کوئی اہم اڑاکھا نہ لگاسکا کہ ششیٰ کو طوائفانہ زندگی سے نکال کر ہیں اور
اُس سپیتیان نک لائے والا ایک ہی آدمی تھا۔ ان طائفوں نے بھی
مکانی حلیہ بتایا تھا۔

واپسی پر فریدی رمیش سے کہہ رہا تھا۔ ”تمہارے اس طرح گرنے
سے سارا کھیل بچ گیا۔“

پچھے دو رحلنے کے بعد وہ کیدھی کاپ پہنچ گئے۔
فریدی کاموڑ بہت زیادہ خراب ہو گی۔ اور میش دل ہی دل میں شہزادہ
تحاصل پسچ رہا تھا کہ پہلی بار آگے بڑھنے کا موقع ملا تھا وہ اس طرح بر بار
ہو گیا۔ آسے خود بھی احساس تھا کہ اگر وہ گرانہ ہوتا تو جنم کسی طرح بھی فرار
نہیں بو سکتے تھے۔ لیکن پھر وہ تھیں کیسے بدی گئیں۔ ایسی صورت میں تو
بھی کہا جاسکتا ہے کہ جنم پہلے ہی سے ہو دشیار تھے اور انھوں نے ہمارا
وقت بر بار کرنے کے لیے تھیں ان پولیں پولیں۔ پھر اسی دروازے میں نکل گئے۔
”آج کل آپ جید صاحب سے کیوں ناچاں ہیں؟“ رمیش نے دفعتاً
پوچھا۔

”اوہ! کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ وہ آرام کرتا چاہتا ہے۔“
فریدی نے کیا اور پھر خالوں پڑ گیا۔

”میں کیا بتاؤں۔ مجھے شرمندگی ہے۔ میری وجہ سے...“
”اوہ... کوئی بات نہیں... اتفاق ہی تو ہے۔“ فریدی پڑھتا یا۔“ مگر
وہ تھیں والامحالم کچھ بھگھ میں نہیں آتا۔ آخر جھروں کو ہماسے پوچھا
کا علم کیونکر ہوا۔“

”تو کیا یہ ڈاکٹر مشتبہ نہیں ہے؟“ رمیش نے پوچھا۔
”نہیں میرا خیال ہے کہ وہ کچھ نہیں حانتا۔ اگر وہ اس سازش میں
مشرک ہوتا تو ہرگز اس کا اعتراف نہ کرتا۔ کیونکہ جنم تو نکل بیچکے تھے۔
خوفزدی دیر خارشی رہی پھر رمیش بولتا۔

”آخر کلاؤنی کیاں گئی۔ ششیٰ کا تھے تو لگ بھی گیا۔
”ضروری نہیں کہ کلاؤنی کا تحلق اسی کیس سے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”فلی دنیا میں اس اخواستے خاصاً بہنگا مر برقا ہو گیا ہے۔“ دائرہ کٹھنیش
کی مرت سے لوگوں نے اتنا اثر نہیں لیا جتنا کہ ایس اخواستے۔
فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اجمن کے سنا راس کے چہرے سے
متر شوخ تھے۔

”کیدوں نہ ہم اس وقت درجن کو بھی چیک کر لیں۔“ اس نے تھمدی
دیکھ لے کہا۔ اس کے حرکات و سکنات شنتیز صورتیں لیکن ابھی تک
اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔
”خطناک آدمی ہے۔“ رمیش بولا۔

فریدی نے کار گھٹانی۔
درجن ایک چرانی وضع کی عمارت میں رہتا تھا۔ عمارت کا قی طریقی
اور اس میں دو منزلیں تھیں۔ پچھلی منزل میں تین حصے تھے جن میں کرایہ دار
رب تھے اور اورپی منزل پر درجن کا قبضہ تھا۔
پہنچے ایک چوکیدار میٹھا اونچا گھر ریا تھا۔ ان دونوں کی قدموں کی آہنی
پر چوک ٹڑا۔

”درجن صاحب ہیں؟“ فریدی نے پوچھا۔
چوکیدار اورپ کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔“ کمر کیدوں میں روشنی تو یہے
ضور بڑیں گے۔“
”کیا ابھی ہیاں کوئی آیا تھا؟“

”پہنچنے والے تھے دیکھا بھی نہیں۔“ سنا تھا کہ وہ بیمار تھی اور بے ہوشی
کی حالت میں ہیاں لا لگتی تھی۔
”کب کی بات ہے؟“
”شاید منگل کی رات کو۔“

”اُت فوہ! بڑے میاں، تم ناراض ہو گئے۔“ فریدی اس کا شامیہ تھپ تھپا
کر بولالا کی آج چینا بگم سے ملاقات نہیں ہوتی؟
”اپنا کام کیجئے۔“ بوزھے نے چھلانا کر لے۔ اور جیسیں میں باہم ڈال کر بڑی
اور دیساں سلامی ٹوٹنے لگا۔

فریدی نے پرس نکال کر پاچ کا ایک نوٹ کھینچا۔ ٹوٹھا جرت سے
اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

”چاہو، ابھی ٹھیک کی مکان کھٹکی ہو گی۔“ فریدی نے اس کی طرف نوٹ
بڑھاتے ہوئے کہا۔ اپنے بیٹے افیون اور میرے لیے چرس لیتے آگا۔
”چرس؟“ وہ فریدی کو تیچھے سے اور پتک گھندرتا ہو گواہلا۔ آپ چرس
پہنچے ہیں؟“

”یاں ابھی حال ہی میں شروع کی بیٹے۔ اور پہنچ کر پیوں گا۔“ فریدی
اپنی بیانات آنکھ بڑا کر رکرا رکرا ہو گواہلا۔ اور وہ لوہنیا ہے یا چلی گئی؟
”وڑھن باؤ کی بہن؟“ بوزھے نے بچھا۔

”ہاں بکیوں بڑے میاں، زور دار ہے کہ نہیں۔“
”پہنچنے والے صاحب۔“ ٹوٹھا اس کے باہم سے نوٹ لے کر بولالا کہتی
پڑھیاں لاؤں؟“

”چار... تو وہ ہے یا چلی گئی؟“

”پہنچنے والے میں نے دیکھا بھی نہیں۔“ سنا تھا کہ وہ بیمار تھی اور بے ہوشی
کی حالت میں ہیاں لا لگتی تھی۔

”کب کی بات ہے؟“
”شاید منگل کی رات کو۔“

"ہنوں! فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پڑھا" تو نجحے کے بعد سے اب تک یہاں کوئی آیا تھا؟" تکمیل کیا جائے۔ کہیں دکان بند نہ ہو جائے۔ "نہیں صاحب" وہ جلدی سے بولا۔ کہیں دکان بند نہ ہو جائے۔ کوئی نہیں آیا۔ درجن بارگی بھی آج شام سے نیچے نہیں اترے۔ "ہاں اچھتا... جاوت جاؤ۔"

لودھا تقریباً دوڑتا ہوا احتاط سے نکل گیا۔

"رمیش" فریدی بولا۔ "تم یہیں چوکیدار کی پلٹ پر لیٹ جاؤ۔ میں اپر جاتا ہوں۔ ٹھیک کی دکان یہاں سے دور سے چھوڑ دیں گے۔" پھر فریدی کبے پاؤں زینے طے کرتا ہوا اور چارہ تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور اندر تباہی تھی۔ شاید اس دروازے کے بعد کوئی راہداری نہیں۔ فریدی کو اس رات کا یقین تو ہو چکا گیا تھا کہ دہریں وہاں تہرانا بہت تھا۔ مگر اب اس کی ایک سیارہ بہن بھی پیدا ہو گئی تھی۔ منکل کی رات، اتنی رات کلاوٹی کا بھی انقدر اپناء تھا اور اسی رات سرجنٹ جیڈ نے درجن کے ایک ساتھی کا سسر بھی پھراڑ تھا جو غائب کیلاش ہوٹل میں درجن کوغا۔ والی کامیابی کی خوبی دیتے آتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فریدی سچے قاترا یا بوڑھا چکیار بھی ہٹک واپس ہیں آیا تھا اور اس کی پلٹ پر لیٹا ہوا میش سیاہ لباس میں اندر ہی کا ایک جزو معلوم ہو رہا تھا۔

"اوپر" فریدی اپری منزل کی کھلکھلوں کی طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ روشنی تو میں زندگی کے آثار نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ

کوئی سہے ہی نہیں۔ ویسے دروازہ اندر سے بند ہے۔"
"پھر" رمیش اٹھتا ہوا بولा۔
"تم یہیں رہو۔ بوڑھا اگر آ جاتے تو اسے بالوں میں لٹکاتے رکھنا۔ میں دوسروی طرف سے دیکھنا ہوں۔"

رمیش چبچا پر لیٹ گیا اور فریدی چکر کاٹ کر عمارت کی پشت پر بیٹھا۔ دوسروی طرف سے اپری منزل پر سیچنا آسان تر تھا مگر اسکے ہی خطرناک بھی تھا۔ کیونکہ یہ عمارت ایک نیچان آباد حصے میں تھی۔ اگر وہ پاپت کے سہارے اور چڑھتے کی کوشش کرتا تو آس پاس کے لوگوں کی نظریں پر سکتی تھیں۔ لیکن چند ہی لمحوں کی چھان بین کی پتا پر یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔

دوسرے بھے ہیں وہ ایک ایسے پاپت کے سہارے اور جڑھریا تھا جو ایک لوٹی پرتوں دیوار کی اوٹ میں نھا اور اپر سے اپنے نیم کی گھنی شاخوں نے چھپا لی تھا۔ اپر ہر چیز کو البتہ اُسے پھر توڑی اسی دشواری پر میش آئی۔ ایک کھڑکی کھلی پرتوں پرور تھی لیکن پاپت سے کافی قابل پر تھی۔ اس سے پہنچنا برتاؤ ہرا آسان تو تھا لیکن خطرے سے خالی نہیں۔ کارنس پر پیر رکھتے کے بعد صرف قهوٹی سی پتھری اُس سے کھڑکی تھا۔ پہنچا سکتی تھی۔ لیکن عمارت بہت پڑا فیکنی اور اس میں لکھوری ایٹیں لٹکائی گئی تھیں جنہیں شفرا چاٹنے لگا تھا۔ پورسکنا تھا کہ فریدی کا اس سمت ہے۔ ہی نیچے آپٹا۔ نیم کی شاخیں بھی دور تھیں۔ فریدی کی بھن بھلاہٹ عوڈ کرائی۔ وہ بھن بھلاہٹ جو اُسے خطرناک سے خطرناک کام کر دلانے پر مجور کر دیتی تھی۔

ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کرے میں دولا شیں ہوں۔ ایک رہ جو
رستی میں گھول رہی تھی اور دوسرا یہ جو زمین پر کھڑی تھی۔
دفعتاً کسی منڈر پر دو بیلیاں رونے لگیں اور فریدی چونکہ کہاں
طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے نیند سے چونکا ہو۔
وہ آہستہ آہستہ لاش کی طرف بڑھا۔ چند لمحے پیچے سے اُور پریک
آئے دکھنار بیچھا اُس کی جبیب کی طرف ہاتھ پر بڑھا یا جس میں ایک
تھہ کیا ہو اکاغذ دکھاتی دے رہا تھا۔
اُس نے بڑے پیرسکون انداز میں کاغذ نکال لیا۔ اُس پر صرف
روشنائی سے کچھ خرچھ تھا۔

پھر وہ شاید ایک ہی منت بعد دیوانہ دار ایک کمرے سے دربرے
کمرے میں دوڑتا پھر رہا تھا۔ ایک کمرے کے دروازے میں اُس نے تالا
پڑا دیکھا تالے سے بچی بھی لٹک رہی تھی۔
اور پھر جب دروازہ کھلا تو ایک نئی مصیبت کمرے کا باب رون
ھما اور کلاوی تکرے کے وسط میں مادرزاد بہترہ کھڑی فریدی کو گھوڑ
رہی تھی۔ تھوڑہ یاد ہے جھکی اور نہ اُس کے چہرے پر سی تتم کے
تیغز کے آثار پیدا ہوتے۔

دفعتاً اُس کے متھ سے ایک باریک مگر تیز آداز نکلی۔ ایسا معلوم
ہوا جیسے کسی روپیے اسکے سیٹی دی ہو۔ پھر وہ فریدی پر ٹوٹ
پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھالنا کلاوی کے توکیلے ناخن اُس کے چہرے
کے گوشت میں پیدا ہوتے۔
اُس نے اُسے دھکا دیا اور وہ فرش پر کرپڑی لیکن پھر اُسی۔

اُس نے کارنس پر داہنا پیر رکھ کر رجست لگاتی۔ کھڑکی کی چوکھٹ
پر اُس کے پانچھ جگہ لیکن ساقہ ہی آنکھوں کے سامنے تارے بھی تاج
تھے۔ کارنس کی ایئین انکھ کر بھر بھرا تی ہٹوئی پیچے چالی گتیں اور وہ ایک
جھٹا کے ساتھ چوکھٹ میں گھومو گیا۔ حاضر دماغی اور قوتِ ارادی میں
تھی جس تے سہارا دیوارتہ اُس کا جسم پڑیوں اور لوٹھڑوں کا ڈھر تھا۔
چوکھٹ پر زور دے کر وہ اچھلا اور پھر وہ دوسرا طرف تھاتا تاریکی اور
تعقین اُس کی منظوظ تھی سیلن کی بساندھ اور ابا بیلوں کے بیٹ کی
بدیوں سے اُس کا فرم گھٹھ لگا۔

چاروں طرف ستانہ تھا۔ مکان کے عقبی حصے میں تاریکی تھی لیکن
اگلے کردوں میں روشنی نظر آرہی تھی۔ فریدی اندھرے میں سمنا سمنا
آگے گئے پڑھ رہا تھا۔ کردوں کے تریب پیغام کرکے آگی۔ دونوں ہنڈ لوز
گتے لیکن کہیں کوئی ہلکی سی بھی آواز نہ آئی۔ بس ایک کلاں سی فربی
کمرے میں ”مک بک“ کے جارہا تھا۔

فریدی نے ایک کمرے میں جھاناک کر دیکھا۔ روشنی صفر و تھی لیکن
کمرہ خالی تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ براہم کے درسرے کمرے کی بھی کھڑکی
تھکنی ہٹوئی تھی۔ لیکن اُس کھڑکی سے جھانکتے ہی اُس کے متھ سے
بھیجی سی آواز نکلی اور وہ بے دھڑک کمرے میں گھستا چلا گیا۔
سامنے درجن کی لاش لٹک رہی تھی اور رستی کا درسر اسراچھت
کی ایک شبیر کے گرد لپٹا ہوا تھا خود کشی کے سارے آتابار موجود تھے
فریدی اس لاش کو عجیب نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں
اُس پر جم سی گتی تھیں اور اُس کا پورا جسم بے حس و حرکت نہا۔ بالکل

معصوم شکار

رشیل بہوش میں آگئی تھی اسکن پلکیں جھکاتے بغیر چھپت کی طرف دیکھے
جاتے ہی تھی۔ فریدی دوسرے کمرے میں تھا اور کنول ایک آرام کریں پر نہیں دلacz
تو حجہ اور دچکپی سے رشیل کو دیکھ رہی تھی۔ اسکی پلکیں پھر جھکتے تھیں۔
ایک پل کے لیے اس نے آنکھیں بند کر دیں۔ پہنچاہیں ہاتھوں سے ملنے
کی۔ چند لمحوں بعد وہ حیران امیز نظاروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی کنول
پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ آنکھ کر بیٹھ گئی۔

”ساگر صاحب کہاں ہیں؟“ اس نے کنول سے پوچھا۔

”ساگر صاحب، ادھ وہ ابھی آجایں گے۔“ کنول پر خلوص انداز میں
سکراپت۔

”تم کون ہو رہا؟“

”ایک دوست!“

”ساگر صاحب تھارے کون ہیں؟“

”وہ... ادھ وہ میرے بھائی ہیں۔“

رشیل کھوڑی دیرتاک ستر تھامے اور آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی پھر
آہستہ سے پڑپڑا۔

”میں پاگل ہو جاؤں گی۔“

کنول اس کے قریب اکر بیٹھ گئی۔

”کیوں؟ کیا بات ہے؟“ وہ اس کی کھوڑی پکڑ کر اس کی آنکھوں میں

اپس پار فریضی نے اس کے دلوں ہاتھ پکڑ لیے اور اس سے دوبارہ
دھکا دے کر بھل کی سی تیزی کے ساتھ کمرے سے نکلا اور دروازہ پندرہ
کر لیا۔ اندر کا واقعی رویوے کے الجنم کی طرح سینیاں بچاتی اور چھک چھک
کرتی رہی۔ فریدی چپ چاپ کھڑا رہا۔ انتباہ مردی کے پا در گرد بھی اس
کا چہرہ پیشے سے تر ہو گیا تھا۔ نکوڑی دیر کے لیے اس کا ذہن برف
کی سبل کے مانند ہو گا۔

”لڑ... او۔ او۔“ کاواتی اندر چیخ رہی تھی! چھک... چھک ...

چھک... بھری جھنڈی... لال جھنڈی... بھری جھنڈی... لال جھنڈی۔

فریدی تیزی سے زینوں کی طرف جھپٹا اور دروازہ کھوٹ کر نیچے
اٹا آیا۔ یہاں بُوڑھا چوکیدار افیون کی پینٹ میں ریش کو داستان
ایمجزہ سنانا تھا۔

”ہاں توں... جناب... صاحبقراء کی فوج ظفر موجود نے لفڑاں
حرام زادیں کیں۔ رشکر پر چھاپاں ماراں۔“ بختیاں رُک دلوں ہاتھوں
سے چوں ترپیٹ ریاں تھاں۔

ریشیں۔ فریدی نے آئے جھنھوڑا۔“ کوتالی فون کرو یہاں ایک
لاش ہے۔“

”جی۔ کیا پر ریش چونک کھڑا ہو گیا۔“

”جلدی کرو۔ سولہستال یہاں سے نہ دیکھے۔ فون کر دو۔“

”آنپ کیں چرس۔“ بُوڑھے نے منڈ اور آنکھاں کر کھا۔

فریدی اس کی طرف متوجہ ہوتے بیٹھ چھتر اور چڑھا گیا۔

مردت کی سی خاموشی۔ کلاادتی بھی چپ ہو گئی تھی۔

دھیقی ہجتی بولی۔

"ساگر صاحب نے میرا گلکار کیوں گھوٹا تھا۔ اب تو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ آخیر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"اپھا... نو وہ عورت تھیں ہو۔ یک بیک، منزل کی بھتوں تھیں گلکیں۔ تم

میرے بھائی کو برپا کر رہی ہو۔"

"میں، شلتی نے حیرت سے کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ ہرست اپھے آدمی

ہیں۔ میرا ان کا کوئی یار رشتہ نہیں۔ وہ میری مددگار کنڑا چاہتے تھے۔"

"اور تم آفھیر اپنا سماں کا بھائی بھی ہو۔ پوچھ کنوں کے لیے یہ میں نیچی تھی۔

"نہیں میں یہ کہی نہیں سمجھتی۔ کیا یہ حضوری ہے کہ کسی ایسے آدمی کو

جس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بھائی ہی سمجھا جاتے۔"

"پھر وہ کیوں تھمارے لیے دھکھاتے پھر رہے ہیں؟" کنوں بولی۔

"بڑن نما راضی نہ ہو۔ میں پہت بڑا یہ عورت ہوں؟"

"پہر آوارہ عورت پیچو لیے جاتے کے بعد ہی کہتی ہے۔"

"تو تم مجھے جانتی ہو۔ شلتی نے کہا۔"

"اپھی خرح! اور یہ بھی یا نی ہوں کہ مقارے ہاتھ خون سے رنگ ہو ستے ہیں؟"

"نہیں۔ نہیں۔ یہ چھوڑتے ہے۔ غلط ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اور تھماری بدولت۔" کنوں پکھ کہتے ہے۔ رک گئی۔ وہ غور سے شلتی

کا چھر دیکھ رہی تھی۔

"میں نے ساگر صاحب کو بہت دفعہ سمجھایا ہے۔" شلتی نے جلدی

سے کہا۔ کہ وہ کیوں میری بدولت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ میں نے کہتی

جرم نہیں کیا کہ پولیس سے چھپتی پھوٹ۔ میں اپنی لے گناہی ثابت کر دوں گی... اور پھر یہ کوئی جرم تو نہ ہاں ہیں کہ میں ریش کے ساتھ رہتی تھی۔ کیا یہ حضوری ہے کہ میں اُس کی مرت کی ذمہ دار قرار پاؤں۔"

"تو وہ تھیں پولیس سے چھپا رہے ہیں؟"

"پاں... اور میں اب اس زندگی سے تنگ اگتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"

"مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں۔" کنوں ہونٹ سکر ڈکر بولی۔" تم نے میرے بھائی کو تباہ کر دیا۔" دفتارِ شیلی آسٹریز نظروں سے گھوڑتے ہیں۔ اُس کا چھرہ تسرخ ہو گیا تھا اور سانس پھوٹوں رہی تھی۔

"میں نے نہیں۔ انھوں نے مجھے تباہ کیا ہے؟" وہ چیخ پڑھی۔ اس کے آگے بھی اُس نے کچھ کہنا چاہا لیکن شیدafa نہیں ملے۔ البتہ وہ پیشوکی شیرنی کی طرح کنوں کو گھوڑتے ہی تھی۔

"مجھے معاف کرنا۔" اچانک وہ خود کو سنبھال کر دھمے لیجھ میں بولی۔

"وہ میرے لیے اب بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ لیکن مجھے سمجھاتے کہوں نہیں کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس طرح وہ خود کو بھی خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ میرے اس طرح غالب ہو جانے پر پولیس کا تباہہ لیتیں ہیں۔ تب دیل ہو گیا ہو گا۔ کیا اس طرح انھوں نے اپنی بھی لا زشین خطرے میں نہیں ڈالی؟"

"ہوں!" کنوں کی بھنسی نہ سریلی تھی۔" میں بھی عورت ہوں۔ عورتوں کو خوب سمجھتی ہوں اور پھر طوائف۔"

"خاموش رہو! بخشی اتنے روز سے چیخ کر اُس کی آواز پھنس گئی اور پکروہ تیزی سے اٹھی۔ دروازے کی طرف بڑھتا ہی چاہتی تھی کہ کنوں نے اُس کا باہمی مضبوط سے پکڑ لیا۔ "تم اُس طرح نہیں جاسکتیں۔" اُس نے کہا۔ کیا پسچھے مجھ میرے بھائی کے پھنسنے کا ارادہ ہے؟"

خشی توکتی اُس کے پیارے بھائی کے پھنسنے کا ارادہ ہے؟" بھائی کے پھنسنے کا ارادہ ہے؟" بھائی میوشا میں آئی ہو۔" بیٹھ جاؤ۔" کنوں نے اُس کے گھال پھیکتے ہوئے نرم لمحے میں کہا۔" ششی بے جان سی پڑ کر آرام کر سی میں گر گئی۔

"مجھے پانی دو۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد تیز آداز میں کہا۔ کنوں اٹھ کر بانی لانی... اور اسے بغور دیکھتی رہی۔ ششی کے چہرے سے تھکن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ امداد سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کچھ نہیں کہے گی اور اب اُس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

کنوں اُس کے قریب کرسی گھسید کر بیٹھ گئی اور آہستہ آہستہ اُس کا انشانہ تھپکنے لگی۔

"سخواشتی،" وہ اپنی آداز میں نرم پیدا کر کے بولی۔ "سأگر بے وقت ہے، اُس نے بہت بڑی حماقت کی۔ تھیں اُس طرح تچھپانا چاہیتے تھا۔ کیا تم جانتی ہو کہ ریش کا اس سٹنٹ بھی اُسی کاشتکار پر لوگیا۔"

"میں نہیں سمجھی۔" ششی اسے حیرت سے دیکھتے گی۔

"وہ ریش کی ترتیب دی پھری دھنلوں کی مشق کر رہا تھا کہ اچاک بیانوایک دھا کے ساتھ پھٹ گیا۔" "اوہ... بخشی کی آنکھیں پھیل گئیں۔" "اور اب اسی یہ اُس بات کی ضرورت ہے کہ معاملات کو زیادہ نہ کھایا جاتے۔ ورنہ ساگر اپنے ساتھ پورے خاندان پر تباہی لا جائیں۔ تو سوچو... میں نے اپنی ایسی دیر میں اندازہ لگایا ہے کہ تم بہت بچھدار درجہ سار ہو۔"

"تو انداز میں کیا کرو؟" ششی سسکی لے کر بولی اور اُس کے طفہ اندوخت کی عصمریت کچھ اور کبھی بڑھ گئی۔

"سب کچھ مجھے بتا دو۔ ساگر بے عقل ہے۔ بشرط یہ اس سے یہ طھے۔" پھر راستے اختیار کرنے کا عادی رہا ہے۔ سیدھی سادی بالتوں کو کھاتے بغیر اُس سے چین ہیں نہیں آتا۔ اور پکروہ الیسی ایسی حماقتیں رہتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"تم میرے متعلق لیا جانتی ہو؟" ششی نے تھوڑی دیر خاموش کر کر سوال کیا۔

"آننا ہی جتنا اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اور اس وقت ساگر ہیں یہاں پھوڑ گیا ہے۔ بخالا نام بتا کر کہہ گیا ہے کہ تھیں پھیپھیا۔"

اخبارات میں میرے متعلق کیا شائع ہوا ہے؟" ششی نے لوچھا۔ پیہی کرنم نے لوگوں کو اپنے متعلق درھوکے میں رکھا تھا۔ اُنم اپنے انت پر پیگنڈہ کرنی رہی تھیں کہ تم کسی اعلیٰ خاندان کی فرد ہو۔

لیکن جو مرغ اخراج سافی کی اطلاعات کے مطابق حقیقتاً ایک پیشہ و رطوات است
تھیں؟

”ٹھیک ہے۔“ شلتی نے کہا۔ ”یہ سب کچھ ساگر صاحب کی ایسا پر
ہوا تھا۔“

”میں بھی پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ سب کیوں اور کس طرح ہوا ہے؟“
”میں پہلے خیج ایک پیشہ و رطوات استحقی میری ایک بہن بھی ہے جو
اب بھی پیشہ کرنے ہے، ہمارے ساتھ لئی اور بھی تھیں۔ آفانا ساگر صاحب
ہمارے بیٹے اسے لئے لیکن وہ بھی اس طرح نہ آئے جیسے دوسرا
لوگ آتے تھے۔ آتے اور فاموش بیٹھ رہتے اور پھر جاتے وقت پرس
میں جو کچھ بھی ہوتا ہیں نکال کر ڈال جایا کرتے تھے۔“

شلتی نے خاموش ہو کر گلاس سے دو تین گھنٹوں میں یہ چند لمحے میز
پر رکھے ہوئے گلزار برخیزیں جمائے رہی پھر آستہ سے بولی۔
”میں آن کی طرف کھینچنے لی بیس اپنے پیشے سے بے برا کھی اور یہ خواہ
تو پہنچنے ہی سے رکھنی تھی کہ دنیا کے سامنے ایک نکال کی حیثیت سے
آؤں، میرے ساتھ کی دوسروں لڑکیاں ساگر صاحب کو حقیقتی تھیں
لیکن میں آن کی بڑی عزت کرتی تھی۔ کبھی بھی ایسا بھی ہوتا کہ ساگر صاحب
دوسروں لڑکیوں کی عدم موجودگی میں آتے۔ اور ہم گھنٹوں ادھر ادھر
کی باتیں کرتے رہتے۔ ساگر صاحب کو میں نے اپنے شوق کے منتظر
بنایا۔ انھوں نے فلمی زندگی متروع کرنے کی راستے دی لیکن ساتھ
ہی ساتھ یہ بھی بنایا کہ مجھے اپنی اصلاحت جھپٹاتی پڑتے گی، کیونکہ اجمل
پیشہ و رطوات کوں کی فلمی دنیا میں دال نہیں گلتی۔ انھوں نے کہا۔“
”کیونکہ اسی پیشہ و رطوات کے مطابق حقیقتاً ایک پیشہ و رطوات است
تھیں؟“

فی الحال اس پیشے کو ہر کس کے فلمی سوسائٹی میں گھنٹے کی کوشش کرد۔
لوگوں سے یہ بتاؤ کہ تم ایک اچھے خاندان کی بڑی ہو۔ فلم کے شوق میں
چند ترے آدمیوں کے پاتکہ لگکر کیس اور انھوں نے تم سے پکھ دن۔
پیشہ بھی کرایا۔ اس طرح تم کسی نہ کسی اچھے آدمی کی ہمدردیاں حاصل
کر لوگی۔ انداز گفتگو کے معااملے میں ذمہ دہانی بنتی رہتا۔
شلتی پھر خاموش ہو گئی۔ کنوں توجہ اور دل پیشی سے شمن رہی تھی۔
لیکن اس کی خاموشی پر اس تے اسے تو کام نہیں۔ شلتی کچھ در بعد بولی۔
”اس طرح ساگر صاحب مجھے طلاق کے کوئی تھے قہار کر رکھنے
گھلاتے۔ مجھے اپنے ساتھ ہو گلوں میں لے جاتے رہتے۔ غصوں میں ہو گلوں
میں جہاں فلمی دنیا سے تعلق رکھتے وہی آیا کرتے تھے۔ ایک رات
ایک رقص کاہ میں انھوں نے مجھے دوسرے میوزک ڈائرکٹر نیشن کو
دکھایا اور بولے کہ یہ ایک شریعت آدمی ہے اور فلمی دنیا میں کافی
و قوت کی نظادر سے دیکھا جانا ہے۔“ اگر یہ کسی طرح تم پر ہم بان
ہو جاتے تو تم ترقی کے اعلیٰ مدارج آسانی سے طے کر سکوگی۔ ساگر صاحب
نے مجھے انگریزی اور فرانسیسی طرز کے نایج بھی سماں کے تھے میں نے
اوپس رقص کاہ میں ریش کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش خرچوں کر
دی اور آخر کار میدان میرے ہاتھ رہا۔ ریش نے مجھ سے رقص کی دخالت
کی اور پھر ہم کمی را وہنہا پڑے۔ ریش جو سے بڑی طرح متابڑ فلم اور
حکایا دوسرے دن اُس نے مجھے اپنے گھر پر ماحکی اور میں تے اُسے
اپنے وہی حالات بتاتے جو ساگر صاحب نے سمجھاتے تھے۔ ریش اُو
زیادہ متابڑ ہوا۔ کہتے لگا کہ تم مجھے دھوکے میں بھی رکھ سکتی تھیں۔

شی پھر خاموش ہو کر کچھ سوچتے لگی۔ حمید کی بے چیزی بڑھ گئی تھی۔ اس دران میں کتنی بار اُس کا دل چاہا تھا کہ شی کے سامنے چلا جائے لیکن... پھر... نہ جانتے کیوں رک گیا تھا... وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی نہیں ادا کاری نے یہ ستم مفتیں میں حل کر دیا۔ ورنہ کتنے ہیں پاپ میں پڑتے۔ " تو پھر ریش نے وہ گستاخانی تھی کہ کون نے پوچھا۔

" ہاں! اور دوسروں نے بھی اسے بے حد پسند کیا۔ شی نے کہا۔ جس دن پیاس میں دھماکہ ہوا۔ میں استر ڈیلو کے ریستوران میں ایک پلیس آفیسر کے ساتھ چاہتے ہی رہی تھی۔"

" پلیس آفیسر کے ساتھ کون نے چوتھے لگتے ہیں؟"

" وہ ایک مقلا سالپلیس آفیسر ہے نا۔ سر جنٹ حمید۔"

" اوہ! کون معنی تیر انداز میں سریلا کر لیا۔"

" پھر اچانک کسی نے ریستوران میں کرم مھنٹ کی تھرستناکی اور ریش کا نام بھی یہ بیس اٹھ کر کیے تھے اس طور پر کوئی طرف بھاگی۔ راستے میں ساگر صاحب مل گئے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا وہاں چانا ٹھیک نہیں۔ اگر لوپیں کو تھارے یہ سچے حالات کا علم ہو گیا تو وہ قم پرست کرے گی۔ وہ پچھا اپنے ساتھ لے گئے اور اُس دن تھے پھیپھی پھر رہے ہیں یہیں بیٹلن روڈ کے ایک پر اپارٹمنٹ ہبپتاں میں پسیشیر یا کے ایک ریشن کی جیشیت سے قیام پڑ پر گئی۔ ساگر صاحب بھی ریسے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اُس وقت اچانک کسی پلیس والے دبای کی تباہی لینے کے لئے آپ سمجھے اور ہمیں بھاگا۔"

" تم کبھی سچے چیز ہمیشہ یا کی مرتفع رہی ہوئے کون نے پوچھا۔"

اگر اپنی پیشی و رات زندگی کے متعلق مجھے نہ بتائیں تو میں نہایت آسانی سے انہیں میں وہ سکنا تھا تم سچے چیز شریعت اور خاندانی معلوم ہوتی ہوا۔ اگر اب تم باعثت طور پر زندگی بس کرنا چاہتے ہو تو میں ہر ٹکن مندرجہ ذیل کے لیے تیار ہوں۔ کچھ دنوں بعد میں تے آسے اپنی اور اُس آدمی کی فرضی زندگی کی ذات ان گستاخانی جس نے مجھ سے بھجھا اتنا تھا کہ اور پھر ریش ہی کے ساتھ رہنے لگی۔ ریش کا راداہ تھا کوئی فلیں پروٹوپس کرے گا۔ اور اُس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اپنی پہلی نام میں بھی سیورن کا راول دے گا۔"

دوسرے کمرے میں سر جنٹ حمید بے چینی سے پہلو بیول رہا تھا۔ شی پوچھا رہی۔ " میں اس کے بعد بھی ساگر صاحب سے ملتی رہی تو ساگر صاحب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ ریش تم سے مکریوں ہو جائے۔ وہ میوزک ڈائرکٹر ہے تا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسٹم اسٹم مکریوں کا ہے۔ دینے لگو۔ انہوں نے مجھ میوزک سکھانا شروع کر دیا۔ اسی دران میں ریش کا معمود سے کنٹریکٹ ہو گیا۔ ریش اس قلم کی میوزک کو سال رہاں کا بہترین کارنامہ بنانا چاہتا تھا لہذا وہ دن رات دھصلن اور گیتیوں کی نشکلیں مصروف رہتے گا۔ آنھیں دنوں ساگر صاحب نے مجھے رقص کی ایک الٹھی گلت سکھا تی۔ مقصد یہ تھا کہ میں ریش پر اپنے کمالات کا رعب ڈالوں۔ ساگر صاحب کا اندازہ یا انکل دھست تھا۔ جب میں نے ریش کے سامنے وہ گستاخانی تزوہ جست نہ لے گیا میں نے کہا اگر یہ تھیں پسند ہے تو اسے تم اپنے لیے استعمال کر سکتے ہو۔"

"میری وجہ سے؟" خلائقی خوت زدہ آواز میں یلوی۔ اس کے پیروں کا پڑ رہا
اور چھڑہ زرد پڑھا تھا۔

حمدی نے نادان ٹھنڈن پن جیب سے لکھا اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر رچا۔
داڑی لکھیں ھیچیں اور ان پر کوئی قیمتی کے مخصوص نشانات نہیں لگا۔
عروفہ کا غذ بثیت کی طرف بڑھا دیا۔

"لیکا یہی وہ گت جھی جو سارے تھیں سکھا تی تھی؟" اس نے پوچھا
"یہ۔ میں یہ سب نہیں جانتی" "تری آس رناظن جانتے ہوئے
بولی۔ ان لکھ دل کو کوئی ماہر ہی سمجھ سکے گا میں تو بس یونہی اُن لے
سیدھے دو ایک ساز سماں بھالیتی ہوں۔"

حمدی نے ہریٹ سکوڑے اور سیٹوں میں وہی گت دھرا دی۔
اسے وہ گت اپھی طرح یاد ہو گئی تھی کیونکہ فریدی اس دوران میں اُسے
کہی پارا بیان پر بجا چکا تھا۔

"بھی تھی... بثیتی تھی۔"

"تب نوہہ مارا۔" حمید اچھل کر لجایا
"آخر یہ سب کیا ہوا ہے؟" شیشی آہستہ سے بڑھا ای۔ "میں
بکھر نہیں سمجھ سکتی۔"

اس کے چہرے پر شدید اچھن کے آثار تھے۔
"ایک بہت پڑی سازش۔" حمید نے کہا۔ "اوتم اس میں

ایک بے جان نہر کی طرح کام میں لائی جاتی رہی ہو۔ اسی گت
کو زجانے کے دوران میں ریش مر امتحا اور دیہی تھی وہ گت جس
نے اُس کے اس سنت کی جان لی۔"

"نہیں کبھی نہیں لیکن اس دوران یہ ضرور محسوس کرتی رہی، توں
مجھ پر کسی تم کے دورے ضرور پڑیں گے۔ دیسے مجھے اُس ہیستاں میں
کہی بھیڑیا کے دریں کی ایکٹھ مفرور کرنی پڑتی تھی۔"
"سآگر اس بات سے بھی واقعہ تھا کہ تم کسی پولیس آفیسر کی بھی دے
بو پہ کنوں نے چوچا۔

"نہیں۔ میں نے آن سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ اسی خاص مقصد
کے نتیجت نہیں۔ یکل میں نے اس کی صورت ہی نہیں محسوس کی۔"
کنول تھوڑی دیر خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "کھڑو۔ میں
تھیں ایک آدمی سے ملا تی بگوں۔ وہ بختاری مدد کرے گا۔"
اس نے حمید کو آواز دی اور جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ شیشی
اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"کبھی وہ کنوں کی طرف دکھتی تھی اور کبھی حمید کی طرف۔
"دھوکا" وہ آہستہ سے بڑھا۔

"بہت بڑا دھوکا" حمید کر کر بولنا لا اتنا بڑا کہ تم ایسی ساگر
کو اپنا ہمدرد تھوڑا بھر رہی ہو۔
شیشی سر پر کر بیٹھ گئی۔ چند لمحے اسی طرح بیٹھی رہی پھر آہستہ
سے ٹولی۔

"تو وہ تم تھے۔ اور یہ ساگر کی بہن۔"
"ساگر..." حمید نے کہا۔ "نہیں یہ ساگر کی بہن نہیں ہے۔ اگر یہ لفڑی
اختیار تکیا جانا تو تم سچی بات بھی نہ بتاتیں اور تم شاید یہ بھی جانتی ہو
کہ ریش اور اس کا اس سٹیٹ بختاری ہی وجہ سے مارے۔"

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔" ششیٰ بے ابی سے بولی۔

"تم حماری سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔" حمید نے کہا۔ "بہتری ابی میں ہے کہ اپنے تم ساگر کے باقاعدے کی کو تفہیم کرنے کا۔" پھر اس نے سب پچھے رشتی کو سمجھا دیا۔

ششیٰ کے چہرے پر زہری کش مکش کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوا سماں تھا جسے اُس نے حمید کی پتوں پر نیقین نہ آیا ہوا۔

"میں تھیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ تم پویس اور ساگر دونوں کی نظر وہیں سمجھو فڑا بولا۔ حمید پھر بولا۔"

"پھر یہ ایک اور آجھن نئے پنجھے دونوں سے کیوں پچھانا چاہتے ہوئے ششیٰ نے کہا۔" کیا تباوق۔ حمید سکراکر بولا۔" میں یہ سمجھو لوکہ سوول بولیں کے زندگوی دھوکا بجا تے کے ماہرین میں سے تیم کیے جاتے ہیں۔ اگر تم ایک دن کے لیے بھی خواتل..."

"کریا پکتے لگے۔" کنوں چھبھلا کر بولی اور اس کی انگلیاں حمید کی گردن میں پیروست ہو گئیں۔

"محافت کرتا۔" حمید اپنی گردن پھرٹا کر بولا۔" میں یہ بھول گیا تھا کہ تم بھی عورت ہو۔"

"حمدید صاحب۔ میں کیا کروں۔" ششیٰ ٹھوک بٹھل کر بولی۔

"چچپ چاپ بیسیں چھپی رواؤ اور مجھے ساگر کی قائم کاہ کا پتہتاو۔ حالانکہ وہ اب وہاں نہ مل سکے گا۔ مجھ پر بھی مجھے تم سے ہمدردی پہنچے۔"

خود کشی کیوں؟

اٹھ بیجے صبح سرخست حمید گھر پہنچا۔ لا تبریری کے قریب سے گزرتے وقت اس نے محوس کیا کہ فریدی اندر ٹھیل رہا ہے۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا ہے رہا تھا کہ فریدی نے اُسے آذار دی جمید ایک لمحے کے لیے مرا کا اپنی گردن آڑا تو اور سینہ تنان کر اٹھاں لارڈوں کی طرح ہندوستانی بہادری کو توں کی چال جلتا ہو الابریری میں داخل ہو گیا۔

فریدی آبی نالائیں کی پتوں اور جھٹے کی جیکٹ پہنچے لا تبریری میں ٹھیل رہا تھا۔ بال پریثان اور آجھیں ضرخ تھیں۔ میر پر رکھا ہوا ایش اُسے سوار کے نکڑوں سے بھر گیا تھا۔

"کہاں نئے ہو۔" فریدی نے بڑے نرم لمحے میں پوچھا۔ جس میں سپاری کی بھی جھلک تھی۔

جمید کسی آنس کر کم کے دھیر کی طرح بیکھل گیا لیکن دعوتاً اُس کی نظریں تکڑی کی آن تختیوں پر پڑیں جن پر اُس نے کچھی رات کو پست شفقت پھرا تھا۔

"مشہر ہیں میں تھا۔" حمید نے لاپرواہی سے خشک بیجے میں جراہ دیا۔

"درجن کی خود کشی کے متعلق معلوم ہو گیا نہیں؟"

"درجن کی خود کشی؟" حمید کے لمحے میں جرت تھی۔

"ہاں اُس تے خود کشی کر لی۔ اور سماں تھا ہی اپنے سارے جسراں کا اعتراض بھی کر لیا ہے۔... یہ دیکھو۔"

داشتہ رمیش کے ساتھ رہنے لگی۔ لگ آئے شیلی کے نام سے جانتے تھے۔ نیرے پاس آتیا وقت تھیں ہے کہ زیادہ تفصیل میں جاؤں۔ بیٹی بیٹاں روڑ کے ایک پرائیوریٹ ہسپتال میں ہے۔ ڈاکٹر جیوالہ کا ہسپتال۔ وہ بے چاری یا انکل بے قصور ہے۔ آئے اس سازش کا علم نہیں۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ اسے جگت سکھائی گئی وہی رمیش کی موت کا پیغام تھی۔ اس نے وہ گت رمیش کو سکھائی اور اُدھر میں تے استوڈیو کے پیاسو میں کارروائی کر دی۔ اسی گت کے شروں سے ایک بُم کا سیفیٹی کیجے اپنچ کر دی۔ کلاویوں کا اخواز خصوص اس یہے کہ تباہ اکروہ اس موقع پر ہو گئی۔ جب رشتنے رمیش کو کوہ گت بینافی تھی۔ لہذا اسی دن دوسرا حادثہ ہوا۔۔۔ میں نے کلاوی کو غائب کر دیا لیکن افسوس ہے کہ کلاوی تینی طور پر مجھ سے دور ہو گئی۔ اور اب میں یہ سوچتا ہوں کہ میں نے اس پر نظر کیا تھا۔ ایک بُم ایسے سیکاروں جزوں میں میں زندگی میں اپنے یہے کہ کوئی کشش تھیں محسوس کرتا۔ اس یہے خود کشی کر دیا ہوں اور پھر میں ایتا گیا گذرا بھی نہیں کہ کسی دوسرے کو اپنے گلے میں پھانسی کا پھنسنے والے نے کی اجازت دے دوں۔ بیٹی میرے ایک ساتھی ساگر کے ہمراہ ڈاکٹر جیوالہ کے ہسپتال میں مقیم ہے۔ ساگر کو اس سے محبت ہو گئی ہے۔ لہذا وہ اُسے کہیں دور نکال لے جاتا چاہتا ہے۔ ساگر کا بھی صرف اتنا ہی قصور ہے کہ وہ شلی کو یہ سکارا لایا تھا اور اس نے میرے ہی ایما پر اُسے دہ گت سکھائی تھی۔ ویسے اُن دلوں میں کا ذمہ دار میں ہی ہوں؟

رمیش نے خطنم کر کے ایک طویل ساتھ لی اور فریدی کی طرف

فریدی نے میز پر رکھا ہوا کاغذ حمیدی کی طرف پر ٹھاڈیا جس پر تحریر تھا۔ "میں درجن خان آر تھرستگاہ۔ بہوش و حواس اس بات کا اعتراف کر رہا ہوں کہ رمیش اور اس کے استشنا کی موت کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔ لیکن اب مجھے افسوس ہے کہ توہنک اُن کی موت سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہے جانے تو فلم کی شوٹنگ ہی اُرکی اور میں کلاوی ہی کو حاصل کر سکا۔۔۔ میں اب اس نتیجے پر سمجھتا ہوں کہ آدمی کو کسی دوسرے کے گوشہ پرست یا خدوخال سے تجھتی ہیں ہوتی بلکہ ایک ذہنی یا روحانی رشتہ ہے۔ بلاد آپی پاگل ہو گئی تھی کہاں کیا نہیں ہے۔ اس یہے میں خود کشی کر دیا ہوں میں نے یہ سب کچھ ایسی یہے کیا تھا۔ رمیش کو اسی سے ختم کیا تھا کہ کلاوی آزاد ہو جائے۔ بلاد جو رمیش سے محبت کرنی تھی۔ کلاوی جو خصوص رمیش کی وجہ سے میری تھا پوکی تھی۔ بین وہ کلاوی۔۔۔ رمیش کی موت کے بعد پاگل ہو گئی۔ قلم کی شوٹنگ میں بھی انسٹیگی جزیرہ کام کر رہا تھا۔ اس فلم کی کہانی میری اپنی تھی جو میرے دوستوں کے ذریعہ اُن کو معمود نکل پہنچی اور اس نے اسے اپنا لیا۔ میں جاننا ہوں کہ کہانی بہت مفہومی ہو گئی۔ لہذا میں یہ بوداشت تک رسکا کہ وہ کسی اور کے نام سے منسوب کی جائے۔ میں نے پہلے ہی سے تبیر کیا تھا کہ اس فلم کی شوٹنگ نہ ہوئے دوں گا۔ یہ بات بھی مجھ پہلے ہی سے معلوم تھی کہ اس بار معمود اپنے فلم کی میوزک رمیش سے دلواتے گا۔ میں نے سوچا کہ اس اب کیا ہے ایک تیر سے دشکار ہوں گے۔ پھر میں نے ایک پروگرام بنایا۔۔۔ ایک میکل ترین اسکم۔ اپنے ایک گرگے کے ذریعہ بیلانی طوائف کو قلمی دینیا میں بیوایا۔ اس کی ملاقات رمیش سے کروائی۔ آخر وہ بطور

دیکھتے لگا جو نیسا سگار سلگاتے حارہات تھا۔ ایک پلاکا ساکش لے کر اُس تے
حمدید کو بھی نظر دیں سے دیکھا پھر مُسکرانے لگا۔
”اوٹک...“ اُس نے کہا۔ ”اس قابل ہو کہ سمجھ دار آدمیوں کی عترت کے
یہ کسی چوتھیا گھر کے کنہرے میں بند کر دیتے جاؤ؟“
حمدید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کا ذہن شُتیٰ کی بیان کی ہوئی واسطہ
میں آبجھا بُردا تھا۔ وہ سورج رہا تھا کہ اس دست ان میں ایک جگہ درجن
کا نام نہیں آیا تھا اور خود درجن بھی اُس کا اعزاز کرتا ہوا نظر آنا تھا
کہ شُتیٰ پتچ اُس سازش سے پے خرخی لکھن اُس نے یہ نہیں بتایا
تھا کہ اس وقت کلاوی بھی موجود تھی جب اُس نے رسیش کو وہ گت
سکھاتی تھی۔

”اُس قسم کی حرکتیں کرنے سے پہلے“ فردی ملکری کی تغیریں کی طرف
اشارہ کر کے بولا۔ ”پتھر میں دست انہر میں ضرور پہنچا جائیتے ورنہ انجلیوں
کے نشانات جنم میں پہنچا دیتے ہیں؟“
حمدید کا دل دھڑکتے رکھا تین فردی ملکری پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔ دفترا
اُس نے سُر اٹھا کر کہا۔ ”پتچ تھے تو درجن کے تین ایک ساتھی پر پھر چلا پایا
تھا۔ اور اب یہ دوسروی حاجت کی۔ اگر یہ حرکت کسی پتچ سے بھی سرزد
ہوئی تو میں اُسے زندگی بھرتہ معاف کرتا۔“
”میں نے غلطی نہیں کی۔“ حمدید بھجنھلا کر بولا۔ ”میں جانشناختا کہ آپ
رسیش کو سامنے لے جا رہے ہیں۔ کوئی نہ کوئی حاجت ضرور کریں گے
لہذا... میں...“
ایک نوکر کرے میں ایک ورنیگ کارڈ لے کر داخل ہوا اور حمدید

چلہنے پر اکر سکا فریدی اور ورنیگ کارڈ پڑھ کر ڈرائیور کو ڈرم کی طرف چلا
گیا۔ اُس کے لیے مجھے حمید بھی پہنچا۔ بھی پہنچا۔ میہاں ڈی۔ ایس۔ پی۔ شُتیٰ دو استکبروں
کے ساتھ فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔
”آپ خواہ خواہ اُس معااملے کو بھارہتے ہیں۔“ ڈی۔ ایس۔ پی۔ نے کہا۔
”خواہ خواہ الْبَهَارِ بِأَنْجُوں؟“ فریدی کے لیے بھی سیرت تھی۔
”اور کیا۔ ایک سیدھی سی بات بھی آپ کے ذہن میں یہ بھی دلیل اختیار
کر لیتی ہے؟“
”تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے خود کشی ہیں مجھوں؟“ فریدی مُسکرا
کر بولتا۔
اب تو حمید کو بھی جو نکھل پڑا۔

”ان پیکر صاحب ضروری نہیں کہ آپ کے ہاتھ میں آیا ہو جا ہر کس
پیچیدہ ہو۔“ ڈی۔ ایس۔ پی۔ نے کہا۔
”میں کسی غیر پیچیدہ کیس میں ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔“ فریدی
لارپا راتی سے بولا۔

”اچھا تو پھر بھی بتائیں ناکہ یہ خود کشی نہیں ہے؟“ ڈی۔ ایس۔ پی۔
کے لیے میں اُکٹا پہنچتی تھی۔

”شُتیٰ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ لاش کے جیب سے
برآئد ہوتے والی تحریر مُسرخ روشن تھا میں ہے لیکن اُس ھر ہیں تو
کوئی ایسی واردات ملی جس میں مُسرخ روشن تھا ہوا ورنہ کوئی ایسا
ناوقطیں پن۔“

”کمال کرتے ہیں آپ بھی۔“ ڈی۔ ایس۔ پی۔ نہیں کر بولتا۔“ ممکن ہے۔

اُس نے وہ خط گھر کے بارہر ہی کہیں لکھا ہو۔
”ٹھیک ہے... اچھا تیرز۔ ہمیں ایک بار پھر وہیں چلتا پڑے گا۔
یہاں آپ نہ سمجھ سکیں گے؟“
فریدی کھڑا ہو گیا اور حیدر سے بولا: ”گراج سے گاڑی نکالو۔“
مکھڑی دیر بعد وہ سب درجن کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔
اسی عمارت کے گرد بولیں کاپڑہ تھی۔ جھرت لاش ہٹانی کئی تھی اور
کی کوئی پچڑا دھرم ٹھیں کی گئی تھی۔ پاکل کلاعافتی کوہپنیاں روانت کر دیا گیا تھا۔
فریدی دخیرہ خدا شے دالے کمرے میں کھڑے تھے۔

”ہاں تو میں یہ کہرم ریا تھا۔ فریدی بولا! یہ خط ہمیں اسی عمارت میں
لکھا گیا تھا۔ فراید دیکھئے؟“
فریدی نے فرش پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے ایک دھنے کی
طرف اشارہ کیا۔
”پیات داضخ ہو چکی۔“ اُس نے پھر کہنا شروع کیا یہ کہ اس گھر
میں تسری رونشناقی ہے اور تھوپی ایسا فاؤنڈین بن جس میں سرخ
رونشناقی ہو۔ پھر یہ دھنے کہاں سے آیا جو پرانا بھی ہمیں معلوم
ہوئا۔ غالباً اس پر ابھی تک کسی کا پیٹر بھی ہمیں پڑا۔ اور اس
دھنے کی بنادڑ بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ نہیں تھی چھینڈوں سے بتی
ہوئی یہ بھی سی کیکر کسی فاؤنڈین بن ہی کی رونشناقی پھر کئے کہا
نیچھے ہوتی تھی۔“
”چیز مان لیا اسے؟“ ڈی. ایس. پی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”اچھا باب اسی تحریر کو دیکھئے؟“ فریدی نے حیب سے درجن کا خط نکالا
ہوتے کہا۔ ”آپ ان دھنوں کے متعلق کیا کہتے ہیں؟“
”اوہ! کیا یہ کوئی برا مشکل سوال ہے؟“
”آسان ہی سہی؛ لیکن میں اس کا جواب چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔
”ظاہر ہے کہ یہ کاغذ تحریر کے خشک ہوتے سے پہلے ہی تھہ کر دیا
گیا تھا۔ اس لے یہ دھنے پڑے تھے۔“
”ٹھیک ہے لیکن ذرا غور سے دیکھئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”پوری تحریر
خشک ہو گئی تھی لیکن اوپری لائن کے بیچی دو تین الفاظ خشک ہوتے سے
وہ گئتے تھے اور یہ قطبی نامنکن ہے کہ پوری تحریر کے بعد کے الفاظ اور خشک
ہو جاتیں اور شروع کے الفاظ یہی رہیں۔“
”اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔“ ڈی. ایس. پی بولا۔
”لیکن اتنی صورت میں جب رونشناقی زیادہ ہو جاتے لیکن یہاں
اس کے آثار بھی نہیں ہیں۔ صرکھ ایسا معلم ہوتا ہے جیسے پہلی لائن
کے شروع کے یہ چند الفاظ“ میں درجن خال آرکھ سنگھ۔“ بعد میں لکھے
گئے ہیں اور جلدی میں رونشناقی خشک ہوتے تے قبل ہی کاغذ تھہ
کر دیا گیا ہوا اور پھر بہوش و حواس سے پہلے کا ایک لفظ کامانگی
ہے۔ اس پر لگاتے ہوئے نشان کی رونشناقی بھی گیسلی ہی تھی کیونکہ
اس کا دھنے بھی یہ رہا۔“
”پھر؟“ ڈی. ایس. پی کی آنکھوں سے آنکھن جھاتک رہی تھی۔
”جہاں تک راخال سے یہ تحریر میں بہوش و حواس“ ہی سے
شروع کی گئی تھی لیکن بعد کو ”میں“ کاٹ دیا گیا اور اس سے پہلے چھوٹی

ہر دن جگہ پر میں درجن خان آر تھرستنگہ کا اضافہ کیا گیا۔

”میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا کہتا چاہتے ہیں۔“ ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شروع کے الفاظ جو لید کو لکھنے کے درجن نے نہیں لکھ تھے۔“ فریدی نے لاروانی سے کہا۔

”کمال کرتے ہیں آپ بھی کیا فرق ہے ان میں؟“ ڈی۔ ایس۔ پی جسمی خلا کر پول۔

”شاید آپ کو طرزِ تحریر کے ماہرین کی روپورٹ پر لقین آجائے۔“ فریدی نے خشک ہٹھے میں کہا۔

چند لمحے خاؤشوں رہی۔ ڈی۔ ایس۔ پی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپ کچھ نہیں پوچھے گا۔ البتہ اس کے چہرے پر چھلاہٹ کے آثار تھے۔

”آپ اس نتیجے پر کس طرح پہنچے؟“ حمید نے پوچھا۔ ”سرسری طور پر کی غور سے بھی دیکھنے پر مجھے اس تحریر میں انداز کا فرق نہیں نظر آیا۔“

”پہلے میں نے تھی فرق نہیں محسوس تھا، اور کوئاں صاحب کا یہ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے کہ مکن سے اس نے پہلے چند الفاظ ابعادی میں لکھ ہوں۔ مگر ہیاں ایک لشان اور بھی ہے۔... یہ سہا بلکہ اس مرخ

لشان جو باریک مقعد گیریوں سے بناتے ہیں۔ اس آدمی کے انچھی کائناتان سے جس تے اس کاغذ کو تہہ کیا تھا، اس کی انکلی میں مرخ

روشنائی لگی ہوئی تھی۔ اور وہ غالباً اسی وقت گئی تھی جب اس نے فاؤنڈین پن کو جھٹکا دے کر روشنائی چھڑ کی تھی۔ لیکن درجن کی انکلیاں

صاف تھیں اُن پر ذرہ برا بھی سترخی نہیں ملی۔“
”نویں کا یہ مطلب کہ پُری تحریر ڈرجن کی نہیں ہے؟“ ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

”نہیں قطعی اُسی کی ہے۔ مجھے تصور چند الفاظ پر شبہ ہے ہے میں اس کی دوسری بھض تحریروں سے بھی اُس کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بھض لوگ اپنے طرح قلم پر کرتے ہیں کہ اُن کی پیچ کی انکلیاں میں ناخنوں کے قریب تھوڑی سی روشنائی ضرور لگ جاتی ہے اور کچھ لوگوں کے باہم بالکل یہ داغ رہتے ہیں۔ درجن دوسری ہی قسم کے لوگوں میں سے تھا۔“

”چلتے ہیں نے سب کچھ تیم کر لیا۔“ ڈی۔ ایس۔ پی اکٹا کر لے لیا۔ ”آخر اپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟“

”یہ خود کتنی نہیں بلکہ قتل ہے۔“ فریدی نے پرسکون لیجے میں کہا۔ یہ تحریر سی نامعلوم آدمی نے درجن سے لکھا تو تھی اور اسے ہیاں سے شروع رہا تھا۔ ”میں ہوش و حواس اسی بات کا اعزاز کرتا ہوں۔“ اور پھر اس نے درجن کا گلاہوت دیا اس کے بعد اس نے اپنے قلم سے چھوٹی جوئی جگہ میں درجن خان آر تھرستنگہ کا اضافہ کر دیا۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں کہی تردد آدمی کی گردن رستی کے پھنڈے میں ڈال دی جاتے۔“
”پو تو سُننا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ تھی پوچا ہو۔ ابھی تک آپ نے پوچھ کر ہاٹے وہ مضض نیا سس ہے۔ ایسا تیاسس جس پر حقیقت کا گان و سکے بھگ گان اور حقیقت میں فرق ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ رستی کے پھنڈے سے نہیں واقع ہوئی تو اسی صورت میں اسے

تشل سمجھا جاسکتا ہے۔"

بچے ہونے چاہیتے تھے۔ میں غلط توہینیں کہ رہا ہوں؟
” نہیں صاحب بالکل ٹھیک کہہ دے بے ہیں۔ کہہ بھی سکتے، ”دی ایس پی
نے کہا اور فرمایا ہے اختیار مسکرا پڑا۔

” لیکن کوتواں صاحب! جب میں نے لاش کے تجھے کرسی سیدھی کی تو
دُرجن کے پر کرسی کی سطح سے تقریباً تاریخ اونچے تھے۔“

” کیا؟ ”دی۔ ایس۔ پی جو نک شاہ آپ کو لیقتن ہے؟“

” اپنے ہیڈ محترم سے پوچھ لیجئے تھے۔ میں نے اُس تی توجہ اس چیز کی طرف
منزوں کاری تھی لیکن شاید وہ سمجھی تھی سکتا تھا۔“

” اگر یہ بات تھی تب تو... آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ ”دی۔ ایس۔ پی
مضغ بانہ انداز میں بولا۔

” جی ہاں۔ جنم جلدی میں تھا۔ ”فریدی سچارستگانہا ہو گا بولا۔ ” اُس نے
دُرجن کا گلا گھوٹنا اور رسمی سے لٹکا دیا۔ پھر فاصلے کا خیال رکھ لیفرا ایک
کرسی اسی کے تجھے الٹ دی۔“

” دی۔ ایس۔ پی کچھ در خاموش رہ کر پھر بولا۔

” اور کلادقی کا پاکل پن۔“

” اُس کے مقابلت میں کچھ نہیں کہ سکتا۔ البتہ اتفاہ و رجالتا ہوں کہ اگر
اُس کے پاکل پن کی وجہ میش کی موت تھی تو وہ اغراست پہنچے ہی پاکل
کیوں نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ خود اُسی حادثے کے نتیجہ میں قہوہ دی بہت
زخمی ہو گئی تھی۔“

” یہ بھی ٹھیک ہے۔ ”دی۔ ایس۔ پی سر پلا کر بولا۔

” اور یہ چاراً دُرجن... وہ اس ایسا طریقہ میں تھوڑی تھرے سے زیادہ

فریدی دی ایس۔ پی کی بات پر چند لمحے تکرا نہ سما پھر بولا۔
” کوتواں صاحب! واقعی آپ کا اعزاز مکافی وزن دار ہے۔ ظاہر ہے
کہ پوسٹ مارٹم کی روپورٹ میں سچی ہو گا کہ دُرجن کی موت دم گھستنے کی وجہ
سے واقع ہوئی اور دم دونوں ہی محدود توں میں گھست جاتا ہے۔ چاہے باختہ
سے گردن دبائی جاتے ہے رسمی کا پھنسنا موت کا باعث ہو گا لیکن کوتواں
صاحب مجھے افسوس ہے کہ آپ پچھلی رات کو بیہاں موجود نہیں تھے اور ہر
آپ نے وہ روپورٹ ہی اپھی طرح پڑھی ہے جو میں نے آپ کے بھیڑ خر
کو ڈکھیٹ کر ایسی تھی۔“

” کیوں؟ کیا مطلب؟ ”دی۔ ایس۔ پی آسے گھوڑ کر بولا۔

” جلدی میں بھرم ایک بڑی ناسخ غلطی کر بیٹھا تھا۔ کروڑہ اپنا
خادیشیں پن بھی میں اس ڈال جانا اور ایک دوسرا غلطی کرنا تو یہ
فرشتہ بھی اس نتیجے پر نہ پہنچ سکتے۔“

” کون سی غلطی؟ ”دی۔ ایس۔ پی بولا۔

” دیکھتے بتا نہ ہوں۔ ”فریدی نے چھت سے رٹکی ہر ٹوپی رسمی کی طرف
دیکھ کر کہا۔ ”میں نیچے ایک کرسی پڑھی تھی اور لاش رسمی میں بھول
رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ دُرجن نے اسی کرسی پر کھڑے ہو کر رسمی کا پھنسنا
کھی میں ڈالا گا۔ اور پھر کرسی کو لات مار کر بھٹا دیا ہو گا...“

فریدی خاموش بیٹھا۔

” ہاں ہاں میں سمجھ رہا ہوں۔ ”دی۔ ایس۔ پی نے بے صیغہ سے کہا۔

” اچھا۔ اچھا۔ اگر یہ بات تھی تو مرنے والے کے پیر کرسی کی سطح سے

و قع دت نہیں رکھنا تھا... پتہ نہیں اس رائکی ششیٰ کا کیا انجام ہوا؟
”وہ میرے جیب میں رکھی ہوئی ہے“ حمید آہستہ سے بڑھایا.
”کیا“ فردی چونکہ کر اُس کی طرف مڑا.
”پجھ نہیں“ حمید نے بڑی حوصلہ میت سے سر ہلا دیا.

اجنبی دوست

والپی پر فردی ی خیالات میں ڈوبا ہو کارڈ رائیکو رہا تھا حمید بھی خاہوش
تھا اور سوچ رہا تھا کہ فردی ی کو ششیٰ کے متعلق کس طرح بتاتے.
”تو کیا کا وادی تھی پچھوپا تھا لیے؟“ حمید نے پوچھا.
”تم مت بولو مجھ سے تمہاری بدولت کیس برباد ہوگی۔“
”ضد روی نہیں کہ آپ کی سوچی ہوئی ہر بات درست ہی ہو“ حمید نے
کہا۔ آپ کہتے ہیں کہ میری وجہ سے کیس پچھوپا گیا ہے اور میں یہ کہتا
ہوں کہ آپ کو درین کی خود کشی کو قتل ثابت کرنے کے لیے جو آسانیاں
بہم پہنچی ہیں۔ ان کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔“

”یعنی تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ ساگر ہی کی حرکت ہے؟“
”سو فیصدی چناب والا“ حمید نے سمجھی گی سے کہا۔ ہیئتیں سے
چھاک کر دہ سیدھا درجن کے ہیاں آیا اور جلدی میں اُس سے ایسا
حماقٹیں سرزد ہوتیں کہ قتل خود کشی نہ بن سکا۔ اگر اُس نے کوئی سے
لاش کے فاصلے کا تناسب ذہن میں رکھا ہوتا اور اپنا ناد میں پن بھی میں
نکوڑ کر بولا۔

چھوڑ گیا ہوتا تو کیا آپ اُس نتیجے پر پہنچ سکتے تھے؟
”تیامت تک نہیں“ فردی ی آہستہ سے بڑھایا ”خط کے طریقہ کے
بہم سے فرق کی طرف دھیان بھی نہ دیتا۔“
”بہر حال کہتے کا یہ مطلب کہ“ حمید بولا۔ اگر اُس نے یہ کام اطمینان سے
سر انجام دیا ہوتا تو پیس روپیٹ کر بیٹھ گئی ہوئی اور بچھے کہتے دیکھنے کے
اُسے یہ بے اطمینانی میری ہی بدو لت قیسیب ہوتی۔“
”کیوں۔ تمہاری وجہ سے کیوں؟“

”میری ہی وجہ سے جناب“ حمید اکل کر اپنا سیست پیٹنا ہوا جلا۔
”اپے تو کچھ کہے گا بھی... میا تو ہی...“
”ششیٰ میسے جیب میں رکھی ہوئی ہے؟“
”لیعنی...؟“
”میں نے ششیٰ کو پہلی رات پکڑا لیا تھا۔“
”کیا؟... کیوں پکھے ہو؟“
”خدا کی قسم۔“
”کہاں پے دہ؟“
”کنوں کے کوارٹ میں۔“
”کنوں کون؟“

”اوہ... ایتنی جلدی بھجوں گئے۔ وہی مسٹر کیوں والی۔“
”اوہ! لیکن تم تے رات ہی مجھے اُس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟“
”اگر آپ سیدھے نہ ہو جاتے تو اُس وقت بھی نہ دیتا“ حمید ہوتا
نکوڑ کر بولا۔

۱۱۲ "تو بات ہے" فریدی نے ایک طویل ساس لے کر کہا۔ "شلی کے پڑا

جانے کی پتا پرساگر نے بول کھلا کر یہ حرکت کر دی۔ بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ اس کو معمولی فحانت کا آدمی نہیں۔ وہ شروع ہی سے اس بات پر نزور دیتا چلا آ رہا ہے کہ اس نے یہ جراحت مخفی نام کی شوٹنگ مکوانے کے لیے کی ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں معلوم ہوتی۔ درجن کے خط میں اس سے کہیں جانے کا واقعی کوئی عشق کا قصہ پھیرا ہے۔ یہ بھی یہ سروپا معلوم ہوتا ہے۔ کلاویو پاگل صور پر بھوتی ہے لیکن اس کی وجہ صدر نہیں معلوم ہوتا۔ اس سے کسی تدبیر سے پاگل بنایا گیا ہے۔"

"میں فرشتی سے ساگر کی متفل قیام کاہ کاپڑے لیا ہیں کیون

نہ دیاں بھی دیکھ لیں" حمید نے کہا۔

"فضل ہے۔ اس کا دیاں پیاسا جانا قطعی تیرظی ہو گا کیونکہ اس نے درجن سے اس بات کا اعتراض کر دیا ہے کہ وہ خود بھی اس سازش میں مشرک تھا، لیکن قتل کا الزام اپنے سر نہیں لیا۔ بہر حال وہ اسی تحریم کو چھٹاتے کے لیے پاپیس کی تظاہر سے چھپتے کی تو شش ضرور کرے گا۔" "ایک بات سمجھیں نہیں آتی کہ درجن نے اس سے لکھوا یا اس طرح بوجھا۔" حمید نے کہا۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ظاہر ہے کہ درجن بھی اس سازش میں شرک تھا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ ہر وقت نشے میں رہتا تھا۔ ساگر نے اس سے کہا ہو گا کہ اب پوپیس آن کے پیچھے بڑتے والی سے لہذا کبود نہ اسے غلط راستے پر لکھایا جائے۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ حمید بھی تھرٹی دیزنک چپ رہا پھر بے چینی سے بولا۔ "یاں تو پھر ہے۔"

۱۱۳ "فی الحال اس منستے کو انگ ہی رکھو۔ فریدی بولا" ہاں۔۔۔ شلی نے کیا بتایا تھا؟"

حمید نے مختصر ارشٹی کا بیان دہرا دیا۔ فریدی کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"بہتر ہی یہ ہے کہ اسے چپ چاپ وباں سے نکال کر حالات میں پہنچا دیا جاتے اور اس معاملے کو شہرت دی جاتے۔"

حمید کچھ نہ بولا تھوڑی دیر بعد وہ کنول کے گھر پر سچے کنول نے چھپی سے رکھی تھی۔ اور وہ دو توں بے خسرو ہی تھیں۔ ان کے نہاد سے چھپے دیکھ کر حمید کو بھی خیال آیا کہ وہ بھی کچھی رات کو تھیں سدیا تھا اور پھر اس کی پلیس کی بھی تینڈے کے دباؤ سے چھٹے گیں۔

شلی متجر انداز میں فریدی کو دیکھ رہی تھی۔

اور پھر جب اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حالات کے لیے یہے جاتی جا رہی ہے تو وہ سی تھی کی سی پچھی کی طرح روشنے اور سکتے گئی۔

"کیوں نہ اسے یہیں رہنے دیا جاتے؟" حمید نے فریدی کو انگ سے جا کر کہا۔

"نہیں یہ نامکن ہے کیس بہت پے چیدہ ہو گیا ہے اور اس میں کوئی رسک (ہدایت ۲۸)، لینے کے لیے تیار نہیں۔"

"اس کی معصومیت... دیکھنے کیس طرح روہی ہے۔"

"میں شاعر نہیں ہوں حمید صاحب۔"

"آخر حرج رہی کیا کیا ہے؟"

"بہت بڑا حرج۔ اسے سمجھ کر نہ ہوں۔"

سر جھٹ حمید راستہ بھر شلتی کو تسلیاں دیتا رہا۔ "تمہیں دیاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ میں سب طھیک کر لوں گا اور تمہیں سر کاری گواہ بتا

کہ پھر دریا جائے گا۔

پھر تھوڑی دیر لے عادس نے شلی سے پوچھا۔

”تم نے رمیش والے خادوش کے دن مجھ سے کہا تھا کہ تھیں ساگر سے نفرت کی بحضن ایس یہے کہ اس نے تم سے اپنے احسانات کا معادنہ طلب نہیں کیا تھا؟“

شلی نے جواب نہیں دیا۔ اس نے صرف ایک بار اس کی طرف دیکھا اور نظر میں بچکا لیں۔ پھر حسد کے استفسار پر بولی۔

”بچھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہا تھا۔“

”لیکن تم نے اس کا نتے کرہے ہی کیوں کیا تھا۔“ حمید نے کہا لیکن پھر فوراً ہمیں سینھل کیا کیونکہ یہ ایک قطعی خبر ضروری سوال تھا اور اس کا ذمہ دار اس کا نتے سے دیتا ہوا ذہن تھا۔

”حمدی صاحب؟“ شلی بولی۔ ”اس زمانے کی باقی پھرورتی تھے۔ مجھ پر ہمیں وقت بخشنے کا بھرت سوار تھا اور میں ہر ایک سے زندگی اور درہ مانی اندر اڑاں لفٹنگ کیا کرتی تھی۔ وہ بھی ایک بکواس تھی... لیکن...“

”لیکن... کیا...؟“

”مجھے لیکن نہیں آتا کہ... ساگر صاحب کی سازش سے یہ سب پچھے ہوڑا ہو... وہ بہت اپنے آدمی ہیں۔“

فریدی الگی سیست پر تھا۔ شلی کے اسی جھک پر مسکراتے لگا۔

”درجن اور ساگر کے تعلقات کیسے تھے؟“ اس نے شلی کو منا طب کیا۔

”وہ شاید درجن کو جانتے بھی نہ ہوں۔“

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ درجن نے خود کشی کر لی؟“

”میں نہیں جانتا... کب؟“ شلی کے لمحے میں چوتھی۔

”کبھی اس سے بھی تھا اسے تعلقات رہتے ہیں؟“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں کبھی نہیں۔“

”کچھ پڑھی تکھی ہو... اُر دو آتی ہے تھیں؟“

”بھی ہاں۔“

فریدی کا جیب سے درجن کا خط انکال کر دیتے ہوئے کہا۔ درجن کی جیب سے بخط رامہ پڑا ہے۔

شلی خط رہنے لگی۔ حمید اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ شلی کی آنکھیں آہستہ آہستہ پھیلتی رہیں اور خط ختم کرتے ہی اس کا سر پر یہی کی طرف دھلک گیا۔

”شلی!“ حمید نے اس کے ہاتھ سے خط لے کر اس کا شانہ لایا۔

”بھی!“ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چہرے کی نظاہت اور بڑھ گئی تھی۔ وہ کچھ درخت کو پیش رہیں پھر اپنی پیشانی پر گزرتی ہوئی پڑھ لئی تھی۔ ”میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے... کیوں ہو رہا ہے... ساگر صاحب!“

”کیا یہ پچ سے کہ کلا و قی اس وقت موجود تھی جب تم نے رمیش کو دہ گت سکھا تھی؟“ فریدی نے پوچھا۔

”بھی ہاں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ موجود تھی۔“

”کیا ساگر دون رات تھا اسے ساتھ رہتا تھا؟“

”بھی نہیں۔ صرف رات بس کرتے تھے۔“

”کیا کام کرتے تھے؟“

”یہ بھی نہیں بتایا۔“

شلی کو حوالات میں دے کر وہ پھر چل پڑ۔ حمید کچھ دل گزنتہ سا

نے بتایا ہے۔
 ”خود بیشکھو... دیکھ لیجئے، جمیداً نہیں بند کیے ہوئے بڑا بڑا۔
 کیڈی اسٹرکوں پر دوڑ رہی تھی۔
 ”کیا سوگتے؟ فریدی نے جمید کے کانڈھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
 ”شوہر بڑا مقلوم چانور پے۔“ جمید بڑا بڑا۔
 کیا بجتے ہو۔“ فریدی بھتنا کر لوا۔
 ”جی...“ جمید نے آنکھیں کھل دیں اور گھرائی ہوئی نظر دستے
 چاروں طرف دیکھنے لگا۔
 ”میں بھی رات بھر جا کا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔
 ”خود جا گئے ہوں گے۔ آپ کام تاپ دنیا سے تراہا ہے۔“ جمید نے
 کہا اور پھر اونٹھنے لگا۔
 پرانس اسکو تیرا گیا تھا۔ فریدی نے کیڈی روک دی جمید نہیں
 ملتا ہوا سدھا ہو گیا۔
 ”کہاں پہنچے؟ اُس نے فریدی سے تو چھا۔
 ”جمیں ہیں۔“ فریدی گمراہ منہ بنا کر لوا۔
 ”کب تک قیام رہے گا؟“

فریدی کوئی جواب دیتے بغیر آگے بڑھ گیا۔
 پرانس اسکو تیرا ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ اس میں درجنوں غلیظ تھے۔
 فریدی اور جمید تیرسری منزل پر پہنچ کر داہستہ ہاتھ کی طرف متوجہ کیے۔ اس
 لائن کے تیسرے غلیٹ کے دروازے پر ہی۔ ایل۔ باستو کے نام کی تھی تھی۔
 ہوئی تھی... اور دروازہ باہر سے مقفل تھیں تھا۔ فریدی نے دستک دی۔
 اندر بھاری درجوں کی آوازیں ستائی دیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ ایک

ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی روتے لگی تھی جب آئتے لوہے کی سلاخی دار
 دروازوں کے پیچے لے جایا جا رہا تھا۔
 ”ججھے بھی انہوں نے۔“ فریدی نے کہا۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ لذکی
 سازش سے باختر نہیں معلوم ہوتی۔“
 فریدی خاروشی سے کار دریوڈ کر رہا تھا اور سرجنٹ جمید کھڑکی سے
 سڑک پر ہوئے سوچانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ یونیورسٹی سے بوچل
 ذہین پر خوشی اور رنج کے رو عمل کا خیال ہی نہیں ہے۔
 ”اُنک بات ابھی تک سمجھ میں نہ آتی۔“ دفتار فریدی بولا اور جمید چونک
 کہ اُس کی طرف دکھنے لگا۔ وہ اپنی یونیورسٹی کو زبردستی
 پھاڑنے کی گوشش کر رہا تھا۔
 ”آخر وہ درجن کے مکان کے اندر پہنچا کیسے؟“ فریدی نے کہا۔
 ”اوپری منزل کامی اونچائی پر ہے۔ صدر دریوازہ اندر سے بند تھا۔
 اس کے علاوہ بھی میں نے کتنی امکانات کوہنیں پھیڑا لیکن ابھی تک
 یہ بات نہ معلوم ہو سکی۔“
 ”مگر میں ہے وہ پاتا عده طور پر اندر گیا ہو۔“ جمید نے کہا۔
 ”لیکن اُس کی واپسی پر صدر دروازہ اندرست کس نے بند کیا۔ درجن
 مرچکا تھا اور کلاوٹی اول تو پاکل تھی اور دوسرا وہ کمرہ مقفل تھا جس
 میں وہ پائی تھی تھی۔“
 ”ہمیں کوپڑے ذریعہ اتنا ہوگا؟“ جمید نے کہا اور پھر آنکھیں بند
 کر لیں۔
 فریدی کوپڑے دیر خاموش رہا پھر اجرا۔
 ”آؤ چلو۔ لگے ہاتھس اگر کی وہ قیام کا ہے بھی دیکھ لیں جس کا پتہ بنتی

پستہ ندوی سیاہ قام آدمی کھنکتے پڑوئے دروازے میں کھٹا اُنھیں گھور رہا تھا۔
”کیا ساگر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟“ فردی نے پوچھا۔

”ساگر صاحب کون ساگر صاحب؟ ہبھاں کوئی ساگر وہ نہیں رہتا۔“
”آپ کا کیا نام ہے؟“ فردی نے پوچھا۔

”کیوں؟“ وہ فردی کو غصیل نظروں میں گھورتے گلا۔

فردی نے جیب سے اپنا وزینگ کارڈ نکال کر آس کی طرف بڑھا دیا۔

”اوہ بایا... پلیسیں۔“ وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”نہیں مسٹر ہبھاں کوئی ساگر نہیں رہتا میں مٹڑے... ارسے... بی۔ ایں باسو ہوں۔“

ایک آدمی جو ادھر سے گزر رہا تھا پلیسیں کا نام سن کر رُک گیا۔
بی۔ ایں پاسرنے اُس آدمی کی طرف اشناہ کر کے کہا۔ ”باجوالے بھائی سے پوچھ لجھتے ہبھاں کوئی ساگر نہیں رہتا۔“

”نہیں رہتا۔“ وہ آدمی دانت پسیں کر بولا۔ ”سالا بھیجا چات گیا۔ تم بولتا ہے نہیں رہتا۔“ رہتا تھا صاحب... ہم سے بولا تھا ہم باوصاص کا درست ہے۔ سلامات بھرستار بیٹا تھا... پھر کریاں رکھتا تھا سو نہیں دیتا تھا۔ سالا طیلہ بھی بیٹا تھا۔“

فردی کی پاسوں کو گھورنے لگا۔

”بائی کاڑ... ایشور کشم... میں نہیں جان۔“ ایک جبینے بعد آج ہی آیا ہبھاں یہاں پاستونے کہا۔

”تم تو نہیں تھا۔“ پڑوسی نے کہا۔ ”مگر آس سالے کو ہبھاں طلب گیا تھا۔“

”میں نے کسی کو نہیں بلکایا تھا میں کسی ساگر کو نہیں جانتا۔“

”تم کہاں گئے تھے؟“ فردی نے پوچھا۔

”پاورہاؤس میں اسٹینٹ انجینئر ہوں۔ ایک مہینے کی بھتی کے کر مدرس گیا تھا۔“

”اور تم نے اپنے فلیٹ کی بخوبی کسی کو نہیں دی تھی؟“
”نہیں صاحب بالکل نہیں۔“

”اور جب تم گھر میں داخل ہوتے تو تم تھیر کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے پوچھا۔“
”یا بالکل نہیں... جبکہ میں چھڈا کر گیا تھا۔ ولیسا ہی پایا۔“

”سالا کا حلیہ کیا تھا؟“ فردی نے باسوں کے پڑھی سے پوچھا۔
اس پر اس نے وہی حلیہ بتایا جو وہ لوگ اپنکے سنتے آتے تھے۔

پھر فردی نے شبلی کا حلیہ بتا کر آس کے متعلق سوالات کیے اور اس کے جوابات سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ بھی اس کے ساتھ بھتی جائے۔

”اس جیلنے کے کسی آدمی سے بھاری جان بیچاں ہے؟“ فردی نے
باسوں سے پوچھا۔

”نہیں صاحب میں کسی آدمی کو نہیں جانتا جس کی ناک طوٹے کی چورچی جیسی ہے۔“

”میں بھارا گھر اندر سے دیکھتا چاہتا ہوں۔“ فردی نے کہا۔

”شوک سے آیتے۔ چلے آیتے میں تھا اسی رہتا ہوں۔“

فردی اور حبیب کافی دیر تک فلیٹ کا گوشہ گوشہ دیکھ رہے لیکن بھیں کوئی خاص بات نہ معلوم ہوئی۔

اور پھر خود کا دیر لبڑوہ تھک کارے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ فردی کامنہ لٹکا ہوا تھا... اور حبیب وہ بہرات سے پلے رواڑے آرٹیلری اندازیں اٹھا رہا تھا کبھی بھی چونکہ کرداری آنکھیں کھولنا اور اس

کام سر پھر بھکو لے لیتے گلنا۔

گھر پر نیش فریدی کا انٹار کر رہا تھا اور اُس نے دہ خبر سنائی کہ فردی
اچھل پڑا اور اس کیس کی کم شدہ گڑیاں بڑی سرعت سے خالی چکریاں
کو روکنے لگیں لیکن حمید پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ وہ کھڑے کھڑے
اویچھہ رہا تھا۔

بیہ کون؟

فریدی نے حمید کو غسل خانے میں دھکیل دیا۔ اُس کی طبیعت بُری
طرح بھائی ہوتی تھی۔ لیکن کرتا ہمی کیا۔ بہ جاں ٹھنڈے پانی سے غسل
کر لیتے کے بعد نیند اسی طرح غائب ہو گئی جیسے کبھی اُس کا وجود رہا
نہ ہوا۔ سر دیوب کے دلوں میں ٹھنڈا ہافی کچھ ایسا ہی قائل ہوتا ہے۔
ادھر چبپ وہ دونوں دوبارہ گھر سے نکلے تو حمید کافی چاق و چبند
نظر آ رہا تھا۔

«ایں کیا؟» حمید نے پوچھا۔

«کیا تم واقعی اُس وقت سمجھیگی سے گونگھ رہے تھے جب نیش نے
ایک تھی اطلاع دی تھی؟» فریدی نے کہا۔
«میں عمدت دل سے اُنکے رہا تھا جتاب۔» حمید اپنے پاتپ میں تباکو
بھرتا چاہا بولا۔
«نیش نے بتایا ہے کہ کچلی رات کو درجن کے گھر کے قریب بھلی گھر
کا ایک ٹرک آیا تھا اور بہاں کے تاروں کی شایدی کوئی خرابی درست کی
گئی تھی۔»

تو پھر؟

«اوہ تم نہیں مجھے بھال گھر کے تاروں میں لکڑا کی سیڑھیاں فٹ
ہوئی ہیں۔ کیا تم نے خیال نہیں کیا کہ دُرجن کے گھر کی ایک دلوار میں بھلی
کے تاروں کا ایک بریکٹ ٹکا ہتا ہے۔ اس عمارت کے چوڑے ہے کچک دار
نے بتایا ہے کہ وہ ٹرک دبالتہ قریباً ایک یا ڈریٹھ گھنٹے تک مر کا تھا
اور ایک آدمی سیڑھی سے دلوار پر چڑھ کرتا رہیک کرنا رہا تھا۔»

حمید کچھ نہ چل لے۔ فریدی چند لمحے خاروش رہنے کے بعد کہنے لگا۔
«سماں پہلے روڈ والے ہسپتال سے نوچے فارس چڑھا تھا اور تم یہ جانتے
ہیں ہو کر پادر باؤز روڈ پر اونٹسے نزدیک ہی ہی ہے۔ اگر وہ دیاں سے ایک
ٹرک لے کر درجن کے گھر تک ہستہ آہستہ بھی لگا ہو گا تو اسے اس کام

کے لیے کافی وقت مل گیا ہو گا۔ ہم لوگ وہاں تقریباً اگر رہ بیچے پہنچتے ہیں۔
تو پادر باؤز میں پتہ لگانے سے کیا ہو گا؟» حمید نے کہا۔ «ظاہر ہے کہ دیاں
سے ٹرک چڑھا کر جانا ہو گا۔ میرے خیال سے تو ناکامی ہی ہو گی۔»

«شاید تم ٹھوکو رہے ہو کر مستری۔ ایں پاسوں ہی پادر باؤز میں اسٹنٹ
انجینئر ہیں۔ وہ سڑتی ساستو جن کے نیٹ پر ایک ماہ تک ایک ایسا آدمی
قیصہ کیے رہا جو شریا نتوکے لیے بالکل اجنبی تھا۔»

حمدی سوچ میں پڑ گی۔

«حمدی صاحب اس کسیں میں سوچ مجھ مزہ آ رہا ہے۔» فریدی پھر لولا۔
«جسے بھی مزہ آ رہا ہے۔ اگر منوں ہو گیا تو اور مزہ آتے گا۔ اگر مزگی کا تو پھر
مزہ ہی مزہ... قیامت تک جیں کروں گا۔ دیسے مجھے اس کا افسوس
ہے کہ کلا دنی سے ماتفاق رکرسکا۔»

«! پھر ہی ہو کر تم نہیں تھے۔ ورنہ اُڑی ہوتی بھیٹ پکڑنے دوڑتے۔

لیدی جانگرست والا و اتعیاد ہے نا۔"

پاؤ باؤ زپڑھ کروہ سیدھ چیفت الجنیت کے کرسے میں چلے گئے۔

فریدی کا ماحلا تا قی کارڈ دیکھ کروہ بہت تپاک سے ملا۔

"تشریعت رکھتے؟" اُس نے قلم کو قلم دان میں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تھوڑی سی تخلیف دینا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"فرما یتے؟"

"یہ معلوم کرنا کل رات کو تو نجح سے گیارہ بجے سکت تاروں کی مرتب

کرنے والے ٹرک کہاں کہاں گئے تھے؟"

"کوئی خاص بات؟" چیفت الجنیت نے پوچھا۔

"بھی ہاں۔"

"کھپڑتے میں بتانا ہوں۔" اُس نے کہا اور میر پر رکھی ہارن گھنٹے بجائی۔

چپراسی اندر داخل ہوا۔

"ٹرکوں والا جستر لای۔" اُس نے چپراسی سے کہا اور فریدی کی طرف

سگر ٹوں کا دفتر بڑھا دیا۔

"شکریہ؟" فریدی نے ایک سگریٹ نکال کر سلاکا تے ہوئے کہا۔ آج

صبع بڑی صدی تھی۔"

"بھی ہاں... بھی تو... ہو ہی کرنی ہے۔" چیفت الجنیت سنتے گا۔

کھوڑی دبر بعد چپراسی جستر کے کروپس آگی۔

چیفت الجنیت نے جستر دیکھ کر مایوس سانہ دنہاں میں سر بیلا دیا۔

"تمہیں جناب کل رات کو اتفاق سے کہیں بھی کوئی ٹرک نہیں گیا۔"

"مگر مجھے تواطع ملی سے کہ کل رات کو سیتا بازار کے علاقے میں

کوئی ٹرک گیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"مگر یہاں کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ چیفت الجنیت بولو۔" اکثر ڈرائیور اپنی ذاتی تصوریات کے سلسلے میں بھی ٹرک لے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اس کا اعتراض نہ کرے گا۔"

"میں اعتراض کراؤں گا۔" فریدی مسکراٹا ہو گا بولو۔ کیا آپ براہ کم کل رات والے ڈرائیوروں کے نام لکھاوادیں گے؟ کیا میں یہ کاغذ سے سکتا ہوں؟... شکریہ؟"

فریدی نے پیرویٹ کے نیچے دلے ہوئے کاغزوں میں سے ایک سادہ کاغذ نکالا۔ چیفت الجنیت جستر میں دیکھ دیکھ کر نام بولٹا رہا اور فریدی کو کھٹکا رہا۔ لیکن حیدر فریدی میں ایک خاص قسم کی سیندھی محسوس کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ آپے میں نہ ہو۔ اُس نے جلدی جلدی نام لکھا اور کاغذ کو تھہر کر کے جیب میں رکھنا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"اس تخلیف دیں کا بہت بہت شکریہ۔" اُس نے چیفت الجنیت سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

دونوں بائیز نکل آئے۔ فریدی کی آنکھوں کی وہ خونناک چمک بڑھتی جا رہی تھی جو ایسی ہی موتختہ پر دھکاتی دیتی تھی جب اُس نے شکریہ کے دلوں باہتھ پہنچ چکا ہوا۔

فریدی نے ڈرائیوروں سے سسری طور پر پوچھ چکے کی اور پھر وہ دلوں دہاں سے چمک لڑے کارکی رنگا رہت تیرتی تھی۔ تھوڑی بھی دُر چلنے کے بعد فریدی نے ایک ریستوران کے سامنے کار رکھ دی۔ اندھرہ وہ ایک کین بنی میں بھی ہوئے جیت سے ایک دم بسر کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ حیدر کو توجیہ ہی تھی۔ لیکن فریدی کی آنکھ میں کچھ اور بھی تھا۔

"کیا سمجھئے؟ وہ آہستہ سے بولا۔
"یہ سمجھا کہ ابھی اور دھکے کھانے پڑیں گے" حمید جنہا کر بولا.
"نہیں پیارے جرم ہاتھ آگلی"
"کہاں؟" حمید اپنی جنیں ڈالوئے نگا۔
"کیا تم نے چیتِ انجینئر کو غور سے نہیں دیکھا؟" اس نے جیب
سے وہی کاغذ نکالتے ہوئے کہا جس پر اس نے درایروں کے نام لکھے
تھے۔ اس نے اُسے میز پر رکھ دیا لیکن اس کی نظریں درایروں کے نام
کے بجائے ایک پلے سے نیلے نشان پر تھیں۔ پھر اس نے درجیں والاخط
بھی نکالا اور اس پر پڑے ہوئے شرعاً نشان کو دوسرا کے گھر واپس
نیلے نشان سے ملا نہ لگا۔
"ٹھیک" وہ آہستہ سے بڑیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

چیتِ انجینئر جو حصی ہی پہاڑا کرتے ہیں۔
"کمال کرتے ہیں آپ بھی بھلاکس طرح... ساگر کا حلیہ!
"فرانصویر میں اس کی ناک کی نوک ہونٹوں پر جھکا دی۔ ساگر کا حلیہ
سامنے نہیں آتا... کشادہ پیشائی اور پتکے پتکے ہونٹ۔
"تو کیا میک آپ؟"
"ہاں۔ اور صرف ناک کا... پلاٹک میک آپ۔ اُسے تو کیلا بنائے
ہونٹوں پر جھکایا جاسکن ہے۔ اور پھر سب سے اہم بات تو یہ کہ دنوں
نشامات مل گئے سرموڑ فرق نہیں۔"
"کیسے نشامات؟"
"یہ نشان درجیں کے خط والا۔ روشنائی بھری ہوئی انگلی کا نشان۔
ابھی جب ہم اس کے کمرے میں پہنچے تھے تو وہ کچھ لکھ رہا تھا۔ تسلیم

پکڑنے کا وہی انداز تھا جس سے بیسج کی انگلی میں ناخن کے قریب سیاہی
بھر جاتی ہے جب اس نے قلم رکھا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس کی مانگلی
میں سیاہی بھری ہوئی تھی۔ اور اس نے بے خیالی میں وہی انگلی اس
садا نے کاغذ پر کھکھ کر اس کی سیاہی خٹک کرنے کی کوشش کی تھی۔
پہنچاں نے جان لو یہ کہ کسی کاغذ پر پریٹ کے نیچے سے نکال کر اس پر
نام لکھے۔
"تب تو وہ مارا۔" حمید اپنی رانیں پیٹھیں گلے گا۔
"مچپنا نہیں" فریدی ہونٹ سکوڑ گر بولا۔
اگھوں نے جلدی جلدی چاہے پی اور پھر پاپر باہر کی طرف چل پڑے
اور اس بارہہ دروازے پر دستک دیتے بغیر چیتِ انجینئر کے کمرے
میں گھس گئے۔
"فرمایتے۔ وہ انھیں گھوڑتا ہوا بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں" فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔ ویسے میں یہ
اطلاع دیتے آیا ہوں کہ درجیں کی لاشن کرسی کی سطح سے نیچے اپنی
تھی۔ اس لیے اُسے خود کشی نہیں کہا جاسکتا۔
"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" چیتِ انجینئر کے لمحے میں حریت تھی۔
"مطلوب یہ کہ چالاک سے چالاک جرم بھی ایک نایک دن صڑو
پیکھا جانا ہے۔"
"اور جرم کی وجہ بھی محلوم کر لی جاتی ہے۔" چیتِ انجینئر مسک کا کر بولا۔
اس کے باہت میں روپاں تھا اور وہ دونوں اس کی زندگی تھے۔ لیکن
پیارے سراغرساں یہ تو سوچ کر میں نے اتنے تشدیکیوں پیکے ہیں۔
"وہ بعد کو سوچا جاتے گا۔" فریدی لاپرواٹی سے بولا۔ روپاں جیب

میں رکھ لوبابہر پویس ہے۔

”بہونے دو۔ مجھے اب کسی کی پرواد نہیں۔ لیکن درج جنم نندگی بھر نہ معلوم کر سکو گے۔ اتنا بتا سکتی ہوں کہ اصل نشانہ میش ہی تھا۔“
”کیوں؟ آخر اس کی وجہ۔ رمشیٹا پیارا آدمی تھا۔“ فردی ہے کہا۔

”دراصل آئے یا توں میں آجھا کر روپورچھین لئے کی فکر میں تھا۔“
”پیارا آدمی تھا۔“ چیف انجینئرنے دانت پیس کر دھیرایا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

”لیکن اس کے اسٹیٹٹ کو کیوں مارا؟“

”محض یہ ظاہر کرتے کے لیے کنلم کی شوٹنگ گروانا چاہتا تھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے اتنا طیڑھا راستہ اسی لیے اختیار کیا تھا کہ وجہ کبھی منظر عام پر نہ آسکے۔“

”درجن سے وہ خریس طرح لی تھی۔“ فردی نے پوچھا۔ لیکن روپور اب بھی اس کی نظر میں تھا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ چیف انجینئر بھی اس کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ چیف انجینئر پسند نکلا۔

”میں نے اسے دھوکا دیا تھا۔ شروع ہی سے وہ میرے لیے کام کر رہا تھا اور شروع ہی سے میری یہ اسکے تھی کہ رمشیں کے بعد اسے اور ششی کو بھی ٹکھانا تھا توں کا۔ لیکن تیجے میں کافی آکوڈی۔ آخر اسے بھی غائب کرنا پڑا۔ اور میں نے اس پر اپنا ایک نسخہ آزمائ کر اسے پال کر دیا۔ ششی پر بھی خرچ کر رہا تھا لیکن اس پر افریزہ ہو جاتا۔ اتنا ہی ہوتا تھا کہ جب اسے ذور دیا جانا تھا تو ایک ہستیر یا قسم کا دور پڑ جانا تھا اور وہ پھر ٹھیک ہو جاتی تھی۔“

۱۲۵
”لیکن درجن کو دھوکا کس طرح دیا تھا؟“ فردی نے پوچھا۔ حیدری

اسی تاک میں تھا کہ موقع ملتے ہی روپور پر با تھے ڈال دے۔

”میں نے جب دیکھا کہ ششی غائب ہو گئی تو ہمیں تھا مناسب سمجھا کہ اب اس کیس کو فراہمی دوسرے اڑل دے ڈوں۔ میں نے درجن کو کل حالات بتاتے اور اس سے کہا کہ میں یہ جرم ڈائرکٹ مسعود کے سر تھوپنا چاہتا ہوں۔ اور ڈائرکٹ مسعود کا طرز تحریر سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے میں نے اتنے مسعود کی تحریر کا نمونہ دکھایا جو دراصل میں نہیں لکھا تھا۔ میں شروع ہیاتے درجن کے طرز تحریر کی تعلیم اپنے کی کو شش کرنا ہے تھا کہ وہ بھیری اسکیم یہی تھی کہ اس سازش کے سارے ہم دونوں کو ٹھکانے لے گا توں ہا۔ لیکن افسوس جلدی میں کچھ چماتقیں کر بیٹھا۔ مگر مجھے کوئی غم نہیں۔ میراثش کا میاپ پہنگیا۔ آج سے سات سال پہلے جس بات کا پیر اٹھایا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔

”لیکن رمشیں کو تم روپور کا نشانہ بھی بتا سکتے تھے؟“ فردی نے کہا۔

”احتیاط یہ سب کچھ میں نے اسی لیے کیا کہ مجھ پر پویس کا ہاتھ نہ پڑ سکے بھروس کا یہ طلب اپنے ہیں کہ میں اپنی نندگی محفوظ رکھنے کے لیے اتنی احتیاط پر بتا چاہتا تھا۔ نہیں پیارے سڑاغوسان الیسی یا بت نہیں۔ یہی تظاویر میں مت و حیات میں کوئی وقعت نہیں۔ میں پویس کے باوجود ہیں پڑنے سے اس لیے درنا تھا کہ وجہ جرم ظاہر ہو جائے اگی اور وجہ جرم ظاہر ہوئے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ... ایک بہت بڑا در مرعزر خاندان تباہ ہو جاتا۔“

”لیکن تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وقت پویس کی دیسترس سے ہو؟“ فردی نے کہا۔

”جب تک میرے با تھے میں روپور پر بھی تھے میں یہی سمجھوں گا۔ اچھا اپنے

۱۲۸
باتھے اور اٹھاو۔ چیف اجینر نے کہا۔

حمدید نے باتھے اٹھا دیتے لیکن فریدی بڈستور کھڑا رہا۔

”تم بھی اٹھاو۔“ اُس نے گرج کر کہا۔ دفعتاً حمید نے بڑے زور سے

چیخ ماری۔

اجینر جھپک پڑا۔ اس ایک ہی پل کے لیے اُس کی نظریں آنکھیں تھیں کہ فریدی کا باتھے اُس کے رویا لو رپڑا گیا۔ لیکن اجینر کی گرفت بھی ڈھیلی تھیں تھی۔ وہ میر پر بایاں باتھے ٹیک کر اچھلا اور فریدی سمیت دوسری طرف فرش پر جا رہا۔

کمرے کے سامنے خاصی بھڑا کھٹھا ہو گئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اپنے چین اجینر کی مدد کے لیے کمرے میں گھٹنا چاہا لیکن حمید نے انکھیں روک دیا۔ انکھیں روکنے کے لیے فقط پوسیں ہی کافی تھا۔ ادھر وہ دونوں فرش پر قلا بایاں کھا رہے تھے۔

دفعتاً ایک فاتر ہوا۔ اور فریدی اچھل کر انگ ہٹ گیا۔ گول اجینر کے نچلے جبڑے کو توڑتی ہوئی سر سے نکل گئی۔ شاید آدھے منٹ تک اُس کا جسم اینٹھا رہا۔ پھر ٹھنڈا پڑا۔

اور پھر یہ داستان اس طرح ختم ہوئی کہ آج تک نامکمل ہے۔ فریدی عرصتہ تک اسی ادھیر بن میں رہا کہ وجہ جرم کیا تھی؟ اُس نے اجینر کے خاندان والوں کا کبھی پتہ رکھا لیا۔ رمیش کے اعزہ سے کبھی ملا جو تک کے جزوی حصے کے باشندے تھے۔ مگر وجہ جرم آج تک ن ظاہر ہو سکی اور یہی ثابت ہو سکا کہ اُس کے اور رمیش کے خاندان والوں میں کبھی کوئی ایک دوسرے سے واقعہ رہا ہو۔

کھلاوٹی آج بھی پاگل خانے میں ہے اور شلی، وہ اب پھر بیلا ہو گئی ہے۔
(قلم شہر)